الہلال ۱۹۱۳ء میں لغات و اصطلاحات کی ایک بے مثال علمی بحث کی

تفصیل اور تنقیدی تجزیہ

ابوالکلام و عبدالماجدؒ

(ادبی معرکہ)

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری

ابوالکلام و عبدالماجد

(ادبی معرکہ)

الہلال ۱۹۱۳ء میں لغات و اصطلاحات کی ایک بے مثال علمی بحث کی تفصیل اور تنقیدی تجزیہ

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری

ادارۂ تصنیف و تحقیق پاکستان

یکے از

مطبوعاتِ آزادؔ صمدی

ناشر : ادارۂ تصنیف و تحقیق پاکستان

طابع : المخزن پرنٹرز (مکتبہ رشیدیہ) پاکستان چوک۔ کراچی

اشاعت : ۱۹۸۷ء

تعداد : پانچ سو

-/۳۰ روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ شاہد

علی گڑھ کالونی۔ کراچی ۴۱

بہ تقریب

صد سالہ یوم پیدایش

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

وطن آبائی

دہلی مرحوم (پنڈت کا کوچہ)

سلامٌ علیٰ نجدٍ، ومن حلّ بالنجد

وطن مادری، مدینہ طیبہ

دارم دلے گرداں کہ من قبلہ نما می خوانمش ❊ رو سوئے ابرویش کند ہر چند می گردانمش

ولادتِ باسعادت

ذوالحجہ ۱۳۰۵ مطابق اگست ۱۸۸۸ء

بمقام مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً وکرامۃ، محلہ قدوۃ، متصل باب

بوادٍ غیر ذی زرعٍ عند بیتک المحرم

وفاتِ حسرت آیات

۲ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء بروز ہفتہ

بہ مقام دہلی (دارالحکومت ہند)

آزاد نیشنل کمیٹی پاکستان

فہرست

ابوالکلام و عبدالماجد

(ادبی معرکہ)

مولانا عبدالماجد دریا بادی کی کتاب، فلسفہ جذبات، جو انجمن ترقی اردو کی جانب سے ۱۹۱۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا ایک باب جو مفردات جذبات کے سلسلے میں "لذت و الم" کی بحث میں تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے ہفت روزہ الہلال۔ کلکتہ کی ۱۸ جون اور ۲۵ جون ۱۹۱۳ء کی دو اشاعتوں میں چھپا تھا، اس کی اشاعت کا مقصد یہ تھا کہ طرزِ تحریر اور اسلوب بیان سے متعلق اگر اربابِ علم مشورہ دے سکیں تو قبل از اشاعتِ کتاب اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ نہایت نیک خیال تھا، اگرچہ مولانا دریا بادی نے جو طرز عمل اختیار کیا اس سے اس نیک خیال کی نفی ہوتی ہے۔ ان کا یہی رویہ اس ادبی معرکے کا سبب بن گیا۔

مولانا آزاد نے اس مضمون کے آخر میں ایک نوٹ لکھا جس میں ان کے ذوق تصنیف و تالیف کا اعتراف کیا اور صرف ایک اصلاح کی طرف ان کی توجہ دلائی کہ اس کے لیے دوسرے الفاظ زیادہ موزوں ہیں۔ مولانا دریا بادی اس رائے سے متفق نہ ہوئے اور بحث چھیڑ دی اور جواب الجواب کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک یہ ادبی بحث صرف ادبی بحث نہ رہی، بلکہ دریا بادی کے دل میں ایسی گرہ پڑی کہ بظاہر تو چند برس کے بعد صفائی کا مرحلہ پیش آگیا۔ لیکن ایک دوست کے بقول حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے زندگی بھر ابوالکلام کو معاف نہیں کیا، لیکن اس کے دوسرے قابل لحاظ پہلو یہ ہیں کہ:

۱۔ اس میں ہندوستانی لغت نویسوں کے فارسی لغات، الفاظ کی تحقیق، اصلاحات اور اصطلاحات کے وضع و ترجمہ کے اصول وغیرہ کے بارے میں جو مباحث آئے ہیں وہ نہایت قیمتی اور زبان و ادب کا بہترین سرمایہ ہیں۔

۲۔ اسی سلسلۂ بحث میں غالب کی فکر و نظر، اس کے شاعرانہ مقام، اس کی زبان

کلام کی لغوی حیثیت اور درجہ استناد اور بہت سے دیگر ضمنی مباحث آ گئے ہیں۔ جو نہایت فکر انگیز اور لاجواب ہیں۔

۳۔ اس بحث کی بدولت مولانا آزاد اور مولانا دریابادی دونوں کے قلم سے چند ایسی تحریریں نکلیں جو اردو کے طنزیہ ادب اور تنقید میں ہمیشہ یادگار رہیں گی۔

۴۔ اس کے علاوہ اس ادبی بحث میں دونوں بزرگوں کے مزاج، افتادِ طبع، اخلاق اور سیرت کے بعض ایسے پہلو نمایاں ہو کر سامنے آ گئے جو عام علمی، تحقیقی مضامین میں کسی طرح نمایاں نہ ہو سکتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ ادبی بحث ان اہل قلم کے لیے خاص طور پر قابل مطالعہ ہے جو ان دونوں بزرگوں یا ان میں سے کسی ایک کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن یہاں ہم ان میں سے کسی لحاظ سے بھی اس ادبی بحث کا مطالعہ کرنا نہیں چاہتے صرف ایک معرکہ کی حیثیت میں اس پر ایک سرسری نظر ڈالنی مقصود ہے، مضمون کی دوسری قسط کے آخر میں مولانا آزاد نے جو نوٹ دیا تھا اور جس پر یہ معرکہ برپا ہوا تھا۔ یہ ہے:

"یہ مضمون کتاب کا ایک ٹکڑا ہے، اور امید ہے اس کے اور ابواب بھی شائع ہوں گے۔ مسٹر عبدالماجد ان معدودے چند تعلیم یافتہ اربابِ علم میں سے ہیں جن کو تصنیف و تالیف اور تراجم علمیہ سے ذوق ہے۔ ان ابواب کی اشاعت سے ان کا مقصد یہ ہے کہ طرزِ تحریر اور اسلوب بیان کے متعلق اگر ارباب علم مشورہ دے سکیں تو قبل از اشاعت کتاب اس سے فائدہ اٹھائیں مگر مجھے اس میں شک ہے کہ لوگ اس طرح کے مضامین کو غور سے پڑھنے اور رائے دینے کی زحمت گوارا کریں گے۔

بالفعل صرف ایک امر کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے۔ مضمون میں جابجا حسّ لذت والم کو حظ و کرب سے تعبیر کیا ہے، اور اسی کو بصورتِ اصلاح عنوان میں بھی جگہ دی ہے، لیکن اس کے لیے "لذت والم" ہی کے الفاظ زیادہ موزوں اور صحیح تھے۔

اول تو حظ کے معنی لذت کے نہیں بلکہ حصے کے ہیں۔ (الحظ : النصیب، جمع، حظوظ) البتہ اردو اور شاید فارسی میں لذت کے لیے بولتے ہیں، لیکن باعتبار لغت غلط ہے، اور عربی میں تو اس معنی کا کہیں پتا نہیں۔

پھر جب لذت کا ایک لفظ پیشتر سے اس کے لیے موجود ہے، اور عربی میں ٹھیک ٹھیک اس مفہوم کو ادا کرتا ہے، جو مباحث علم النفس میں آپ کا مقصود ہے تو دوسرا لفظ کیوں تلاش کیا جائے؟ اردو میں لذت کا لفظ اپنے اصلی معنی سے ہٹ گیا ہے، اور مختلف موقعوں پر بولا جاتا ہے۔ لیکن عربی میں یہ ہمیشہ الم کے مقابلے میں بولا جاتا ہے، اور لغت میں اس کی تعریف نقیض الالم ہے۔

کرب اور الم میں بھی فرق ہے۔ کرب صرف حزن کے معنوں میں آتا ہے، لیکن الم میں اس سے زیادہ وسعت اور تعمیم ہے۔"

اس نوٹ کا مولانا دریابادی کی نظر سے گزرنا تھا کہ ان کا رہوار قلم جوش میں آگیا اور پہلی فرصت میں مولانا آزاد کے نام ایک خط ارسال کر دیا گیا۔ مولانا دریابادی کا یہ خط ۱۶ر جولائی کے الہلال میں باب المراسلۃ والمناظرہ میں "حظ و کرب یا لذت والم" کے عنوان سے چھپا ہے۔ لکھتے ہیں:

"الہلال مورخہ ۲۵ر جون کے صفحہ ۳۴ [۱] پر میرے مضمون کے آخر میں آپ نے جو نوٹ دیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بجائے حظ و کرب کے لذت و الم کے الفاظ بہتر ہیں۔

اس تنبیہ [۲] کا شکریہ۔ لیکن غالباً جناب نے اس پر خیال نہیں فرمایا کہ میرے مجوزہ الفاظ کن انگریزی اصطلاحات کے بجائے استعمال کیے گئے ہیں؟ انگریزی میں حظ کے لیے لفظ "Pleasure" ہے، جس کے اصلی و ابتدائی

---

[۱] "الہلال" کلکتہ - ۲۵ر جون ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۱۔ [۲] یہ نمبر جلد کے ہیں۔ میں نے ہر جگہ شمارے کے صفحات کے نمبر دیے ہیں۔ [۳] یہ ایک دوستانہ مشورہ تھا، مولانا دریابادی کے دل کی رنجش نے اسے تنبیہ سے تعبیر کیا۔

کتب لغت میں "Gratification of the Senses"

ہیں یعنی حواس ظاہری کو آرام پہنچانا اسی طرح کرب جس لفظ کا قائم مقام ہے وہ "Pain" جس کے اصلی و ابتدائی معنی ہیں۔

"Uneasy Sensation or ACTS in Animal Bodies"

یعنی اجسام حیوانی میں ناگوار کیفیت یا درد۔۔ اس تصریح سے معلوم ہوا ہوگا کہ "Pain" اور "PLeasure" اپنے اصلی .... ابتدائی معنی میں صرف مادی جسمی کیفیت کا مفہوم ادا کرنے کے لیے وضع کیے گئے تھے۔ گو رفتہ رفتہ مجازاً ان کا اطلاق خالص نفسی کیفیات (ناگواری و خوش گواری) پر بھی ہونے لگا۔ اس بنا پر ان کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے اس امر کا خصوصیت کے ساتھ لحاظ رکھنا چاہیے کہ اردو الفاظ کی دلالت جسمی کیفیات پر ابتداءً و براہ راست ہو اور نفسی کیفیات پر ضمناً و بالواسطہ۔

پس اس اہم نقطۂ خیال سے یعنی "Pleasure" اور "Pain" کا صحیح مفہوم ادا کرنے کے لحاظ سے میرے نزدیک حظ و کرب بہ مقابلہ "لذت و الم" کے (جن میں بہ نسبت جسمی کے نفسی انبساط و انقباض کا مفہوم زیادہ پایا جاتا ہے) بہتر اور لائق ترجیح ہیں۔

پھر جب اردو محاورہ میں "کرب" بہ معنی بے آرامی، درد، اندوہ، الم اور "حظ" بہ معنی خوشی، انبساط، لطف، حلاوت کے عام طور پر مستعمل ہوتا ہے (اور جس کی سند علاوہ اردو کتب لغت مثلاً فرہنگ آصفیہ کے اشعار سے بھی ملتی ہے) تو کم از کم میری رائے ناقص میں یہ سوال کسی قدر غیر متعلق ہے کہ عربی لغات میں حظ کے معنی صرف 'حصّہ' کے ہیں۔

امید کہ سطور بالا الہلال میں درج کرکے مجھے ممنون فرمائیے گا۔"

مولانا دریابادی کی خواہش کے مطابق یہ مراسلہ شائع کردیا گیا، لیکن اس کے ساتھ کوئی نوٹ نہیں تھا۔ بلکہ اس کے بعد ۲۳، اور ۳۰ جولائی کے شماروں میں بھی اس کا جواب

یا رد نہ تھا۔ اس لیے خیال ہو سکتا ہے کہ شاید مولانا آزاد کے پاس ان دلائل کا جواب نہ ہو اور انھوں نے مولانا دریا بادی کے دلائل کی پختگی کو تسلیم کر لیا ہو۔ لیکن حقیقت یہ نہ تھی۔ ۶ر اگست کے الہلال میں شذرات کے صفحات پر "حظ و کرب" کے عنوان سے مولانا آزاد نے ان خیالات کا اظہار کیا۔

"مسٹر عبدالماجد بی اے کا خط کمپوز ہو چکا تھا، اور چند سطریں اس کے متعلق پروف پر لکھ دینے کا خیال تھا کہ میں منسوری چلا آیا۔ اور وہ بغیر جواب نکل گیا۔ اصطلاحات علمیہ کے وضع و تراجم کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ میں عنقریب اس پر ایک مستقل مضمون لکھوں گا۔

مسٹر موصوف صحیح قائم مقام الفاظ کی تلاش میں حق بجانب ہیں لیکن غالباً اس کے لیے صحت کی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں اور علی الخصوص فلسفہ میں بہتر سے بہتر صحیح عربی الفاظ مل سکتے ہیں۔ بشرطیکہ تلاش کیے جائیں۔

آخر میں پھر اپنے عزیز دوست کو مطمئن کر دیتا ہوں کہ ان کے مقصود کے لیئے لذت والم" پیشتر سے موجود اور بہمہ وجوہ کافی و اکمل ہے۔ حظ و کرب وغیرہ میں پریشان نہ ہوں۔ جسمی و نفسی کیفیات کے وضع وضمن کا پورا مفہوم اسی سے ادا ہو سکتا ہے"[1]

مولانا دریا بادی خیال کرتے ہوں گے کہ مولانا آزاد سے ان کے خط کا جواب نہ بن پڑا اور اس لیے خاموش ہو گئے، لیکن یہ شذرہ ان کی نظر سے کیا گزرا گویا بجلی گری۔ مشتعل ہو کر فوراً اس کے جواب میں ایک خط لکھا اپنے موقف کے حق میں پورا زور بیان صرف کر دیا۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولانا دریا بادی نے اسے اپنی عزت کا مسئلہ بنا لیا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے مولانا آزاد پر طنز و تعریض کے تیر برسائے ہیں۔ ان کے نزدیک ابوالکلام کا اظہار خیال ایک گستاخی اور بابِ عالی میں نہایت درجہ بے ادبی ہے۔ لکھتے ہیں:

"۶ر اگست کے پرچے میں جناب نے پھر حظ و کرب کے مسئلے کو چھیڑا ہے اور

---

[1] الہلال، کلکتہ ۔ ۶ر اگست ۱۹۱۳ء صفحہ ۲۔

اس سلسلے میں وضع اصطلاحات علمیہ کے متعلق کچھ عام مواعظ بھی ارشاد فرمائے ہیں جو باعثِ صد مشکوری ہیں۔ یہ شاید عام دستور ہے کہ مدعی کو آخری جواب کا حق حاصل ہوتا ہے۔ پس اگر میں اس عام قاعدے سے فائدہ اٹھا کر جناب کے ارشادات کے متعلق دوبارہ کچھ گزارش کروں تو غالباً اپنے حدود سے تجاوز کا مجرم نہ قرار پاؤں گا۔"

میں جواب و جواب الجواب کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ قائم کر کے اس مسئلے کی مناظرانہ حیثیت پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ تاہم چونکہ میرے نزدیک ایک علمی سوال کے حل کرنے میں جناب کو بعض غلط فہمیاں ہو رہی ہیں۔ میں ان کا اظہار اپنے اوپر فرض جانتا ہوں علی الخصوص اس حالت میں کہ اس کا تعلق براہِ راست مجھ سے بھی ہے۔

جناب کا یہ ارشاد نہایت ہی صحیح اور ایک ناقابل انکار حقیقت پر مبنی ہے کہ میں مثنوی زہر عشق یا فریادِ داغ نہیں لکھ رہا ہوں۔ لیکن غالباً بے جا نہ ہو، اگر میں بھی ایک مساوی درجے کا مبنی علی الحقیقت دعویٰ جناب کے گوش گزار کر دوں اور وہ یہ ہے کہ میں عربی میں نہیں بلکہ اردو میں کتاب لکھ رہا ہوں، اور اس لیے مجھے یہ بار بار یاد دلانا کہ "عربی زبان و علوم میں لذت والم بعینہ اسی پہلو کو ادا کرتا ہوا مستعمل ہے۔ جس کا میں متلاشی ہوں" مجھے ایک قطعی غیر متعلق بحث چھیڑ دینے کی ترغیب دینا ہے۔

سوال یہ اور صرف یہ ہے کہ Pleasure اور Pain کا صحیح تر مفہوم اردو میں کون سے الفاظ ادا کرتے ہیں؟ جناب کا ارشاد ہے کہ لذت والم اور میرا خیال ہے کہ حظ و کرب۔ آپ اپنے دعویٰ پر عربی لغت سے حجت لائے ہیں اور میں اپنی تائید میں اردو محاورہ و لغت کو پیش کرتا ہوں۔ آپ اردو لغت سے استشہاد کرنے پر افسوس کرتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ افسوس ناک یہ امر ہے کہ خود اردو بولنے والوں کو اردو الفاظ کی تحقیق کے لیے عربی لغات کی جانب رجوع کرنا پڑے۔ آپ حیرت سے فرمائیں گے کہ حظ و کرب تو خاص عربی الفاظ ہیں۔ انھیں اردو کہنا کیوں کر جائز ہے؟ لیکن عرض یہ ہے کہ جس وقت وہ اردو عبارت میں استعمال کیے جاتے

ہیں، وہ یقیناً اردو ہیں۔ ورنہ اگر آپ کے اس اصول کو وسعت دی جائے کہ ہر اردو لفظ کی تحقیق اس زبان کے لغت سے کرنی چاہیے جس سے وہ آیا ہے تو اردو کے پاس باقی ہی کیا رہ جاتا ہے؟

اصل مسئلہ ختم ہوگیا۔ رہا یہ سوال کہ اہل فارس لذت و حظ کو مرادف سمجھتے ہیں یا نہیں؟ تو مجھے اس بحث سے اس موقع پر کوئی واسطہ نہیں، اس لیے کہ میں پھر یاد دلاتا ہوں کہ میری کتاب جس طرح عربی میں نہیں، اسی طرح فارسی میں بھی نہیں، لیکن چونکہ جناب اسی پہلو پر خصوصیت کے ساتھ زور دے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جناب کو محض اس کے واسطے اپنے پہلے دعوی میں جو (بقول جناب ہی کے) احتیاطاً اور حفظ آداب تحریر پر مبنی تھا۔ ترمیم کرنی پڑی ہے۔ اس لیے مجھے بھی مجبوراً کچھ عرض کرنا پڑتا ہے: جناب ایک ایسے لہجے میں جو بظاہر تنقید و تنقیح سے ارفع معلوم ہوتا ہے ارشاد فرماتے ہیں:

"اب میں مشعر موصوف کو یقین دلاتا ہوں، کہ فارسی میں کبھی کوئی پڑھا لکھا آدمی حظ کو لذت کے معنی میں بولنے کی افسوسناک غلطی نہیں کر سکتا۔ حظ فارسی میں بھی ہمیشہ حصہ اور صحت کے معنی میں بولا جاتا ہے۔"

اور اس کے ثبوت میں غالب کا ایک شعر پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں جس میں حظ کو حصہ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے قطع نظر کر کے کہ منطقی حیثیت سے یہ دلیل آپ کے دعوے کے لیے کہاں تک مفید ہے، مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ واقعات اس قطعی اور غیر مفید کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ میرا خیال دنیا کے عام خیال کے مطابق یہ ہے کہ کسی لفظ کا اس کے صحیح معنوں ہی میں استعمال ہونا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صحت الفاظ کا لحاظ رکھنے کی غلطی میری طرح ہمیشہ سے ہر زبان کے جاننے والے کرتے آئے ہیں۔"

انھوں نے لکھا ہے کہ اصل انگریزی اصطلاحات کے لیے "لذت و الم" کافی نہیں اور اس کے وجوہ لکھے ہیں لیکن میں انھیں یقین دلاتا ہوں کہ عربی زبان و علوم میں "لذت و الم" بعینہ اسی پہلو کو ادا کرتا ہوا مستعمل ہے، جس کے وہ متلاشی ہیں، اگر وہ عربی میں فلسفہ

و کلام کے معمولی مباحث پر نظر ڈالیں تو ان پہ واضح ہو جائے گا۔

رہا حظ، کا لفظ تو قطعِ نظر اس کے کہ وہ لذت سے زیادہ ادائے مفہوم کے لیے مفید ہے بھی یا نہیں؟ سب سے پہلی بحث یہ ہے کہ جس معنی کے لیے جو لفظ سرے سے غلط ہی ہو، اس کے لیے چنیں وچناں کا موقع ہی کب باقی رہتا ہے؟ میں نے اپنے نوٹ میں اختلاف کی قوت کو احتیاطاً و بخیال حفظ آدابِ تحریر کسی قدر ضعیف کر دیا تھا اور عمد لکھ دیا تھا کہ! "اردو میں اور شاید فارسی میں غلطی سے حظ بمعنی لذت بولا جاتا ہے"، لیکن اب میں مسٹر موصوف کو یقین دلاتا ہوں کہ فارسی میں بھی کوئی پڑھا لکھا آدمی حظ کو لذت کے معنی میں بولنے کی غلطی نہیں کر سکتا۔ حظ فارسی میں بھی ہمیشہ حصہ اور نصیب کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

دگر ز ایمنی راہ و قرب کعبہ چہ حظ　　　　مرا کہ ناقہ ز رفتار ماند و پا خفتست

رہا اردو میں بولنا تو مسٹر موصوف مثنوی زہر عشق یا فریاد داغ نہیں لکھ رہے ہیں بلکہ علم النفس کی ایک کتاب کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ اگر عوام و جہلا حظ کو لذت کے معنی میں بولتے ہیں اور ان کے تتبع میں گاہ گاہ پڑھے لکھے آدمیوں کی زبان سے بھی محظوظ نکل جاتا ہے تو کسی علمی تحریر کے لیے اس کی سند نہیں ہو سکتی۔

فرہنگ آصفیہ کا حوالہ دینے پر افسوس کرتا ہوں۔ اور کیا عرض کروں لوگوں نے غلط العام اور غلط العوام کی تفریق کی ہے۔ اس کے لحاظ سے بھی دیکھیے تو حظ اس معنی میں محض عوام کی غلطی ہے۔

یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ اردو اور فارسی اپنے علمی لٹریچر میں محض لغت عربی کے تابع ہیں کوئی مستقل زبان نہیں رکھتے۔ پس عام بول چال اور محاورے کی سند اشعار میں معتبر ہے، نہ کہ اردو کی ادبیات علمیہ میں۔

وضع اصطلاحات کا معاملہ بہت اہم ہے لیکن اس قدر مشکل نہیں جس درجہ آج کل کے اہل قلم حظ فانی۔　The Fading Pleasure.

حظ کردن　To enjoy:　　حظ نفسانی　"Sensnal pleasure"

(Stringass's persian and english dictionary p.423)

"یعنی حظ کے معنی ہیں جائیداد و دولت سے خوش بخت ہونا . . . . مسرت، لذت، انبساط، ذائقہ، مزہ۔ حِصّہ، ٹکڑا وغیرہ۔ حظ فانی یعنی فنا ہونے والی لذات، حظ کردن یعنی لطف اٹھانا حظ نفسانی یعنی لذات حسی۔"

غور فرمایئے کہ یہ اہل لغت نہ صرف "حظ" کو لذت کے معنی میں استعمال کرتے ہیں بلکہ اس سے جتنے تراکیب پیدا کرتے ہیں۔ (حظ فانی، حظ نفسانی، حظ کردن وغیرہ) ان سب میں بھی حظ کے معنی لذت اور صرف لذت کے لیتے ہیں۔

آخر میں یہ کہنا باقی رہ گیا ہے کہ میں ایک مدت کی سعی و تلاش کے بعد جو اگرچہ یقیناً محدود تھی۔ مگر شاید ناقابل لحاظ نہ تھی۔ اس نتیجے پر پہنچا تھا، کہ مسلمانوں نے اصناف فلسفہ میں سے صرف دو چیزوں کو ہاتھ لگایا تھا۔ الہیات اور منطق قیاس، اور اس لیے فلسفہ کی جدید شاخوں مثلاً منطق استقراء نفسیات (Psychology) علمیات (Epistemolgy) جمالیات (Aesthetics) اور اخلاقیات (Ethics) اپنے جدید معنی میں وغیرہ کے متعلق عربی زبان میں موجود نہیں، لیکن آج مجھ سے یہ باور کرنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ:

"فلسفہ میں بہتر سے بہتر صحیح عربی الفاظ مل سکتے ہیں بہ شرطیکہ تلاش کیے جائیں۔"

یہ دعویٰ میرے لیے جس قدر حیرت انگیز ہے اس سے زیادہ مسرت انگیز ہے بہ شرطیکہ اس کی تائید واقعات کی زبان سے ہو، اور اگر الہلال کی کوششوں سے اس سخت غلط فہمی کا پردہ میرے اور مجھ جیسے صدہا ناواقفوں کے سامنے سے اٹھ جائے تو بلاشبہ یہ اس کی ایک قابل لحاظ علمی خدمت ہوگی۔[۵]

مولانا دریا بادی نے اپنے خط کے آخر میں مولانا آزاد کے جس دعویٰ پر حیرت کا اظہار

---

[۵] "الہلال"، کلکتہ۔ ۲۰ر اگست ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۳-۱۴

فیصلے کی تائید نہیں کرتے، افسوس ہے کہ بہارِ عجم وغیرہ اس وقت سامنے موجود نہیں۔ ورنہ غالباً بہ قید صفحہ وسطر میں یہ بتا سکتا کہ فارسی کے متعدد لغت نویسوں نے حظ کو لذت ومسرت کے معنی میں استعمال کرنے کی "افسوس ناک غلطی" کی ہے، خوش قسمتی سے غیاث اللغۃ میز پر موجود ہے اس کی عبارت یہ ہے۔ "حظ بہرہ ونصیب ودر بہارِ عجم نوشتہ کہ فارسیاں بہ معنی خوشی وخرمی استعمال کنند" (صفحہ ۴، امطبوعہ کانپور)

اس سے بڑھ کر یہ کہ مستشرقین یورپ کے فارسی لغات جس قدر میری نظر سے گزرے ہیں۔ ان سب میں حظ کے معنی یا تو صرف مسرت کے دیے ہیں، اور یا اس کے یہ معنی منجملہ دیگر معانی کے تحریر کیے ہیں۔ لیکن ایسا کوئی لغت نہیں گزرا جس میں حظ اور لذت کو مرادف قرار دینے کی افسوس ناک غلطی نہ کی گئی ہو۔ آپ کی تشفی کی غرض سے میں چند لغات کی اصل عبارتیں درج ذیل کرتا ہوں، اور اگر ضرورت ہوئی تو اس سے زائد شواہد حاضر کرنے کو تیار ہوں۔

پروفیسر پامر جو کیمبرج یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر ہیں اپنے مختصر فارسی انگریزی لغت میں لکھتے ہیں:

حظ. (Hazz). Pleasure; Delight. حظ کردن To enjoy:

(Concise persian dictionary. P. 199-200)

یعنی حظ بمعنی لذت ومسرت اور حظ کردن بہ معنی لطف اٹھانا۔

ڈاکٹر ویلکنس جن کا فارسی، عربی لغت رچرڈسن کے مشہور ومستند لغت سے ماخوذ ہے۔ لکھتے ہیں:۔

حظ. (Hazz). Happiness

(Wilkin's persian arabic and english vocubulary. P. 226.)

اس میں مَیں نے اقتباس نہیں کیا بلکہ اس نے حظ کے معنی صرف "مسرت" کے دیے ہیں، مشہور محقق ڈاکٹر اسٹین گاس اپنے مبسوط لغت میں فرماتے ہیں:

حظ (Hazz). Being blessed with prosperity, good fortunes; happiness; pleasure; delight. flavour; taste; a part; portion.

کیا، شاید اس وقت درست ہو کر مولانا کے فکر و نظر کا یہ پہلو لوگوں کے علم میں نہ تھا لیکن آج یہ حقائق اظہر من الشمس ہیں کہ زبان و لغت اور محاورہ و اصطلاحات شروع ہی سے مولانا آزاد کی نظر و تحقیق کے موضوعات تھے انھیں ابتدا ہی میں جو علمی صحبتیں میسر آئی تھیں ان میں زبان و لغت کی تحقیق کا ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ مولانا نے اپنی ابتدائی ادبی زندگی کے تذکرے میں لغت سے اپنی دلچسپی اور الفاظ و محاورت کے معنی اور ان کے محل استعمال کے ذوق تحقیق کا تذکرہ فرمایا ہے، انھوں نے ایک فارسی لغت بھی مرتب کرنی شروع کی تھی اور اس کا بہت سا کام کر لیا تھا۔ اس کی تدوین کا خیال فارسی کے ہندوستانی لغت نویسوں پر عدم اعتماد اور ان لغات کے درجہ استناد کے بارے میں عدم اطمینان کی وجہ سے پیدا ہوا تھا[1]۔ لسان الصدق، کلکتہ جو مولانا آزاد کا پہلا علمی و ادبی مجلہ تھا، اس کے چار مقاصد اجرا میں سے تین مقاصد ترقی اردو، تنقید اور علمی مذاق کی اشاعت تھے۔ لسان الصدق کے پہلے شمارے ہی میں مولانا نے نہایت تفصیل کے ساتھ ان مقاصد کی تشریح کی ہے۔ یہاں ہم ان کا خلاصہ بھی مولانا ہی کے الفاظ میں درج کیے دیتے ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں۔

رسالہ کے خاص مقاصد حسب ذیل ہیں :

۱۔ سوشل ریفارم یعنی مسلمانوں کی معاشرت اور رسومات کی اصلاح کرنی۔

۲۔ ترقی اردو یعنی اردو زبان کے علمی لٹریچر کے دائرے کو وسیع کرنا۔

۳۔ علمی مذاق کی اشاعت بالخصوص بنگالہ میں۔

۴۔ تنقید یعنی اردو تصانیف پر منصفانہ ریویو کرنا[2]

---

[1] آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی۔ بروایت عبدالرزاق ملیح آبادی ملاحظہ ہو۔ نیز ارمغان آزاد مرتبہ ابوسلمان شاہجہانپوری مکتبہ "الشاہد"، کراچی ۱۹۸۱ء صفحہ ۱۴۱۔

[2] مضامین لسان الصدق، مرتبہ عبدالقوی دسنوی۔ نسیم بک ڈپو لکھنؤ، صفحہ ۲۷۔

لسان الصدق جب تک جاری رہا انہی مقاصد کی تکمیل میں مصروف رہا - خاص ترقی اردو کے مسائل پر مولانا کے قلم سے اس میں کئی مضامین اور متعدد شذرات ہیں - اس میں تقریباً بیس صفحے کا ایک مقالہ "ترقی اردو اور تراجم علوم و فنون کا سلسلہ" کے عنوان سے بہت اہم ہے[1] ترقی اردو ہی کے سلسلے میں مسٹر علی محمود کا ایک نہایت مفید مضمون "زبان کا قانون" کے عنوان سے شائع ہوا - اس کے شروع میں باریک قلم سے پورے تین صفحے کا ایک نوٹ مولانا آزاد کے قلم سے "ولایتی اور دیسی الفاظ" کے عنوان سے ہے - یہ مفصل نوٹ دراصل خود ایک مستقل مضمون ہے، جس کی تحریک کا باعث مسٹر علی محمود کا مضمون ہوا، اس لیے مولانا نے اسے الگ اور مستقل حیثیت میں چھاپنے کے بجائے آں موصوف کے مضمون کے ساتھ نوٹ کی حیثیت میں شائع کیا[2] - یہ مولانا آزاد کی بالکل ابتدائی کوششیں تھیں جو خاص اس باب میں تھیں - اس وقت مولانا آزاد کی عمر ۱۶ / ۱۷ برس سے زیادہ نہ تھی - بلاشبہ مولانا دریابادی اُن کے ان خیالات و مضامین سے واقف نہیں ہو سکتے تھے - اس لیے کہ ۱۹۰۴ء ۱۹۰۵ء میں مولانا دریابادی کی عمر ۱۲ - ۱۳ برس کی تھی اور وہ سیتاپور (یوپی) کے ہائی اسکول کی چھٹی یا ساتویں جماعت میں پڑھتے تھے - اس لیے آج ہمارے لیے یہ کہنا آسان ہے کہ مولانا آزاد کا یہ محض دعویٰ نہ تھا - بلکہ ایک علمی و عملی خدمت تھی جسے وہ اپنے لڑکپن سے انجام دیتے چلے آرہے تھے یہاں ان کی اس خدمت کا تذکرہ واقعات ہی کی زبان سے گوش گزار کیا - یہ تذکرہ مسرت انگیز بھی ہے اور اس لحاظ سے حیرت انگیز بھی کہ مولانا دریابادی جس بات کا ثبوت الہلال کے صفحات میں مانگتے ہیں، مولانا آزاد اس علمی خدمت سے ۱۹۰۵ - ۱۹۰۴ء میں اس وقت فارغ ہو چکے تھے جب "مجنوں لام الف لکھتا تھا، دیوارِ دبستان پر"

الہلال کے اسی شمارے (۲۰ / اگست ۱۹۱۳ء) میں اکبر الہ آبادی کا بھی ایک خط اسی سلسلے میں شائع ہوا ہے، انھوں نے مولانا عبدالماجد دریابادی کا پتا دریافت کیا ہے -

---

[1] لسان الصدق - کلکتہ - اگست و ستمبر ۱۹۰۴ء اور اپریل و مئی ۱۹۰۵ء کے دو شماروں میں یہ مقالہ شائع ہوا ہے - [2] ایضاً - اگست و ستمبر ۱۹۰۴ء -

اس خط کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مولانا دریا بادی کو خط لکھ کر سمجھانا چاہتے ہیں کہ ضد چھوڑ دیں اور ابوالکلام نے جو مشورہ دیا ہے اسے قبول کر لیں ۔ اکبر الہ آبادی کے علاوہ ایک مفصل خط خدا بندہ (از جونپور) کا شائع ہوا ہے ۔ انھوں نے مولانا آزاد کی رائے اور ان کے دعوے کی صحت کی تائید کی ہے فرماتے ہیں :

"عربی و فارسی میں فی الواقع حظ کا صحیح استعمال لذت و راحت کے لیے نہیں ہوا، اور نہ ہو سکتا ہے ۔ اردو میں بے شبہ یہ استعمال آج کل مروّج ہے، لیکن اساتذۂ لغت کا ہنوز اس پر اجماع نہیں، پھر کیا ضرور ہے کہ علمی اصطلاح کی ترجمانی کے لیے زبان میں جب ایک صحیح لفظ موجود ہے تو اس پر غیر صحیح کو ترجیح دی جائے ؟"

اس کے بعد انھوں نے فارسی لغت نویسی کے بارے میں ٹھیک انھیں خیالات کا اظہار کیا ہے جو اس باب میں مولانا آزاد کے تھے ۔ فرماتے ہیں :

"افسوس ہے کہ فارسی زبان کا کوئی معتمد و قابل استناد لغت نہ مرتب ہوا، اور نہ موجود ہے، ایک "شرفنامہ" تھا ۔ مگر اب تک شائع ہی نہیں ہوا، رشیدی، جہانگیری، برہان، مؤید الفضلاء ۔ اس فن کی متداول کتابیں ہیں ۔ ان کی یہ حالت ہے کہ مشاہیر شعرا کے کلام سے لغت کا استقرا کرنے میں کنایات و استعارات و تشبیہات کو بھی لغت سمجھ لیتے ہیں بلکہ بعض اوقات نسق کلام کے خصوصیات کا ایک جداگانہ لغت فرض کر لیتے ہیں ۔"

خدا بندہ نے مجرد رائے کے اظہار ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ تفصیل اور دلائل کے ساتھ متعدد لغات پر تنقید کی ہے اور امثال پیش کی ہیں ۔ اور آخر میں ان جدید لغت نویسوں پر بھی تنقید کی ہے ۔ جنھیں مستشرقین کے معزز نام سے یاد کیا جاتا ہے اور مولانا عبدالماجد دریا بادی کے نزدیک فارسی لغت نویسی میں حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ خدا بندہ تحریر فرماتے ہیں :

"ایک نیا لغت نویس فرقہ مستشرقین فرنگ کا پیدا ہو گیا ہے جن میں وہ عجیب

اضداد جمع ہیں۔"

(الف) یہ فرقہ اتباع وتقلید سے ایک قدم آگے نہیں بڑھتا حتیٰ کہ اغلاط میں بھی اس کا طرزِ عمل تقلید کو فرض سمجھتا ہے۔

(ب) یہ فرقہ اتباع وتقلید کو نہایت مذموم سمجھتا ہے، خود اجتہاد کرتا ہے مگر اس اجتہاد سے جو بات پیدا ہوتی ہے وہ بسا اوقات مغربی ہو تو ہو مگر مشرقی تو کسی طرح نہیں ہو سکتی۔

اس فرقے کے شغفِ علمی وسعیِ تحقیق ونشرِ علوم وآثار کا میں جس قدر احسان مند ہوں، اسی قدر اس کی بے معنی بلند پروازیاں اذیت دیتی ہیں، جن کی مفصّل تشریح بہ شرطِ فرصت ایک جداگانہ مضمون میں کروں گا۔"

آخر میں مولانا آزاد کے اس دعوے کی تائید کرتے ہیں جو مولانا نے ۶ راگست کے شذرے کی آخری سطروں میں کیا تھا۔ خدا بندہ کے تائیدی الفاظ یہ ہیں:

"آپ کا یہ بیان شاید زیادہ مبالغہ آمیز نہ ہوگا کہ تلاش کرنے سے جدید ترین علوم وفنون کی ان اصطلاحوں کے لیے بھی جن کا مفہوم بالکل ہی نیا ہے، عربی زبان میں بہت سے الفاظ مل سکتے ہیں۔" [۱]

اس کے بعد بعض علمی مصطلحات کو بہ طور نمونہ پیش بھی کر دیا ہے۔

غرضیکہ خدا بندہ نے ہندوستانی لغت نویسوں کی مرتب کی ہوئی فارسی لغات کے بارے میں ٹھیک انھی خیالات کا اظہار کیا ہے، جو مولانا آزاد کے ہیں اور انھوں نے اس سلسلۂ بحث میں اور غالب کے سلسلے میں ان کا اظہار بھی کیا ہے۔[۲]

اس سلسلے میں علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی مولانا دریابادی کے نام ایک خط میں "حظ" کے بارے میں وہی بات لکھی[۳] جو مولانا آزاد نے کہی تھی۔ اس کے علاوہ "عربی زبان

---

[۱] الہلال، کلکتہ۔ ۳۰ راگست ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۵ [۲] تفصیل کے لیے دیکھیے نقش آزاد مرتبہ غلام رسول مہر، کتاب منزل لاہور۔ یا غالب اور ابوالکلام مرتبہ عتیق صدیقی۔ مکتبہ شاہراہ دہلی۔ [۳] مکتوبات سلیمانی (جلد اوّل) مرتبہ مولانا عبدالماجد دریابادی۔ صدق بک ایجنسی، لکھنؤ۔

اور علمی اصطلاحات" کے عنوان سے جو مضمون انھوں نے لکھا اور الہلال میں اسی زمانے میں شائع ہوا، اس میں بھی انھی خیالات کا اظہار کیا اور مولانا دریابادی سے نہایت قریبی اور دلی تعلقات ہونے اور ابوالکلام سے شکر رنجی اور ان کے خلاف "بھرے بیٹھے ہونے" کے باوجود مولانا دریابادی کا نام لیے بغیر ان کے خیالات کا رد کیا ہے، سید صاحب لکھتے ہیں :

"ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دو قومیں ہیں۔ دونوں کے پاس علوم و فنون و اصطلاحات کا قدیم ذخیرہ موجود ہے، لیکن بیسویں صدی کے بازار کے لیے جن سکوں کی ضرورت ہے، وہ ان کے کیسے میں نہیں ہے۔ "احباب" کہتے ہیں چونکہ ان کے کیسوں میں یہ سکے نہیں۔ اس لیے ان کے قدیم طرز کے دار الضرب میں یہ سکے نہیں ڈھل سکتے۔ ہندو دوستوں نے تو اس کی تکذیب اس طرح کر دی کہ جدید اصطلاحات کی ایک ڈکشنری ترتیب دے کر یہ بتا دیا کہ سنسکرت کے قدیم آلات ضرب بیکار نہیں۔ لیکن کیا مسلمان بھی اس کی تکذیب کر سکتے ہیں؟ ایک جماعت کہتی ہے کہ نہیں"۔[1]

اسی مضمون میں سید صاحب ذخیرۂ اصطلاحات کے لحاظ سے عربی زبان کی وسعت اور اس فن میں عظیم الشان کام کا ان الفاظ میں تعارف کراتے ہیں :

"اس وقت عربی زبان کے ذخیرۂ اصطلاحات کی فراوانی کا اندازہ اس سے ہوگا کہ دو ضخیم جلدوں میں جن کے صفحات کی تعداد تقریباً چار پانچ ہزار ہوگی۔ احمد تھانوی نے "کشافِ اصطلاحات الفنون" کے نام سے عربی زبان کی اصطلاحاتِ علمیہ کو جمع کیا ہے۔ اس کے علاوہ خوارزمی اور جرجانی وغیرہ کے مختصر رسائل اسی موضوع پر ہیں۔

ایک دوسری حیثیت سے عربی زبان کی وسعتِ اصطلاحات پر نظر ڈالو۔ قرآن، تفسیر، حدیث، اصولِ فقہ، فقہ، تصوف، کلام، صرف، نحو، معانی و بیان، بدیع، عروض و قافیہ۔ منطق، طبیعات، الٰہیات، ہیئت، اقلیدس، فنون ریاضیات منتشرہ، مثلاً علم الاکر، علم المرایا، علم مثلثات، اصطرلاب

---

[1] الہلال، کلکتہ۔ ۲۷ اگست ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۱۔

وغیرہ حساب ہندسہ، کیمیا، جغرافیہ، طب مع فروع کثیرہ، ان کے علاوہ اور بہت سے علوم وفنون عربی زبان میں موجود ہیں۔ ہر علم وفن اپنے ساتھ سیکڑوں ہزاروں اصطلاحات رکھتا ہے۔ اور یہ تمام اصطلاحات اس زبان کے خزانے کی مملوکات ہیں جو آج غریب کہی جاتی ہے۔"[1]

تعجب ہے کہ مولانا دریابادی اس کے بعد بھی یہ دریافت کرتے ہیں کہ انھیں بتایا جائے کہ مطلوبہ اصطلاحاتِ علمیہ کے لیے کن کتابوں سے رجوع کیا جائے!

سید سلیمان ندوی مرحوم کی تحریر کے یہاں دو اقتباس نقل کیے گئے ہیں۔ پہلے اقتباس میں "احباب" اور "ایک جماعت" سے اشارہ مولانا دریابادی اور ان کے ہم خیالوں کی طرف ہے، اس لیے کہ اس باب میں مولانا آزاد کی رائے وہی ہے جو حضرت سید صاحب کی ہے۔ سید صاحب کے اس مضمون کی دوسری قسط الہلال کے اگلے شمارے میں چھپی ہے۔ اس کے شروع میں نوٹ کی چند سطریں یہ ہیں:

"ایک مدت سے ہم ارادہ کر رہے تھے کہ اصطلاحاتِ علمیہ کے مباحث کا ایک مستقل سلسلہ شروع کیا جائے اور بعض سخت غلط فہمیاں جو اس کی نسبت آج کل عموماً تعلیمیافتہ اصحاب میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کو بحث و مذاکرہ سے صاف کیا جائے۔"[2]

یہ مضمون اگرچہ سید سلیمان ندوی کا ہے لیکن اس پر نوٹ جس کا یہ اقتباس ہے۔ مولانا آزاد کے قلم سے ہے۔[3]

۲۰ اگست کے الہلال میں مولانا عبدالماجد دریابادی کا جو خط مسئلہ "حظ و کرب" یا لذت والم میں چھپا تھا۔ اس پر مولانا آزاد نے ایک معرکہ آراء مضمون "الفتنۃ اللغویۃ" کے عنوان سے لکھا۔ یہ مضمون زبان کی شگفتگی، بیان کے زور، اسلوب کی بداعت، طنز کی شدت وکمال اور دلائل کی پختگی ہی کے لحاظ سے نہیں بلکہ مسئلہ وضع اصطلاحات کی اہمیت، اس کے اصول ومبادی، اور اس کے مختلف پہلوؤں اور بہت سے لغوی مسائل ومباحث

---

[1] الہلال، ۲۷ اگست ۱۹۱۳ء ص ۱۱ [2] ایضاً ۳ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۷ [3] مکتوبات سلیمانی (جلد اول) صفحہ ۴۴

میں بے مثال ہے۔ اس ادبی معرکے سے صحیح معنوں میں لطف اندوز ہونے نیز مسئلے کی علمی حیثیت اور مباحث کی اہمیت کے لحاظ سے اس مضمون کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں:

وَ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ	اس بارے میں ان کے پاس کوئی علم نہیں
يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنَّ	اور ذریعہ تحقیق و یقین نہیں۔ محض اپنے گمان
الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ	پر چل رہے ہیں اور راہِ ظن و تخمین کا یہ حال ہے
شَيْئًا۔ (۵۳ : ۳۰)	کہ وہ حقیقت و علم کے سامنے کچھ بکار آمد نہیں۔

جمع اضداد کی لوگوں نے عجیب عجیب مثالیں دی ہیں۔ ایک زمانے میں مسیح رکنا کاشی کے اس مصرع پر تمام اساتذہ عجم نے طبع آزمائیاں کی تھیں۔

روے دریا سلسبیل و قعر دریا آتش است

یہ تو خیالستان شعر کے افسانے تھے مگر میں واقعی مثالیں دے سکتا ہوں۔ میرے سامنے مسلمانوں کا نیا تعلیم یافتہ فرقہ ہے۔

یورپ کی ترقیات نے عجائب و غرائب کو واقعات بنا دیا ہے۔ ضرور تھا کہ اس خصوصیتِ عجیبہ کا اثر اس کے پیروؤں میں بھی کرشمہ سازِ عجائب ہوتا کہ یہ بھی اسی آفتابِ تابندۂ فضل و علو کے ذرے اور اسی شجرِ کمال و رفعت کے برگ و بار ہیں:

گرچہ خوردیم، نسبتی ست بزرگ ذرۂ آفتاب تابانیم!

ایک مرتبہ میں نے انھیں صفحات پر اس فرقے کے "جہل و علم" کے اجتماع نقیضین پر مرثیہ خوانی کی تھی۔ احباب کرام کو یاد ہو گا۔ آج "تقلید و اجتہاد" کے اجتماع ضدین پر متحیر ہوں کہ :- اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ!

ہمارے تعلیم یافتہ دوستوں کا کچھ عجیب حال ہے۔ ان کے پاؤں کو دیکھیے تو یورپ کی نافہمانہ و کورانہ تقلید و عبودیتِ فکر کی زنجیریں لپٹی نظر آتی ہیں۔ مگر چہرے کی طرف نظر اٹھایے تو زبان کو ادعاے اجتہاد سے فرصت نہیں۔ اس سے بڑھ کر دنیا میں جمعِ اضداد کا اور کون سا تماشا ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص آپ کے سامنے اور عین اس

وقت جب کہ اس کے پاؤں میں تقلید و استعباد کی زنجیریں پازیب کی طرح صدا دے ہی ہوں اجتہادِ فکر و حریت پر بے تکان لیکچر دینا شروع کر دے !!

ہمارے دوستوں کا بھی یہی حال ہے۔ ان کا سرمایۂ علم و دانش یورپ کی رسمی سطحی تقلید سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ تاہم جن چیزوں میں وہ اپنے ائمہ ہدیٰ کی تقلید کرنا چاہتے ہیں۔ انہی میں اوّلین شئے اجتہاد تھی، اور ضرور تھا کہ اس تقلید مجتہدانہ کا سفر اسی منزل سے شروع ہوتا۔ قینچی ہاتھ میں ہو تو خواہ مخواہ جی چاہنے لگتا ہے کہ کسی چیز کو تراشیے۔ اس اجتہاد کی قینچی ہمارے چابک دست دوستوں کے ہاتھ آگئی تو بیکار بیٹھا نہ گیا۔ یورپ کے علم و عمل کے سر رشتوں پر تو کیا چلتی کہ وہیں کے کارخانے کی بنی ہوئی تھی، بس اپنے یہاں کی جو چیز سامنے آگئی وہی بلا تامل آلۂ مشق بنی۔ پھر اس کی روانی بے پناہ اور اس کی کاٹ بے روک تھی۔

سب سے پہلے مشرقی علوم و فنون، تہذیب و تمدن اور اخلاق و آداب قومی سے اس کی آزمایش شروع ہوئی، اور تھوڑی ہی دیر میں سیکڑوں برسوں کے صفحات و اوراق قدیمہ پرزے پرزے تھے، پھر غریب مذہب کی باری آئی۔ یہ کپڑا دبیز تھا۔ اس لیے مقراض اجتہاد کی روانی بھی زیادہ تیز و شدید تھی۔ پھر اس کا بھی وہی حشر ہوا، جو پہلی آزمایش کا ہو چکا تھا اور جو کچھ باقی رہ گیا ہے۔ نہیں معلوم اور کتنی گھڑیوں کا مہمان ہے ؟

کچھ دنوں سے یہ قینچی زنگ آلودسی ہو گئی تھی۔ مگر میں ڈرتا ہوں کہ اب ایک نئی آزمایش شاید شروع ہونے والی ہے، اور مذہب و علم کے بعد "زبان" کا میدان جولان گاہِ اجتہاد بننے والا ہے۔

ایک نیا فتنہ لغویہ تمہید کی ان چند سطروں میں جو اشارات کیے گئے ہیں، یہ حالت عام تعلیم یافتہ فرقے اور ان کے بعض صنادیدؔ و ائمۂ طریقت کی ہے۔ لیکن آج کل نوجوان تعلیم یافتہ اصحاب میں بعض اشخاص یقیناً ایسے بھی ہیں۔ جن کو اس عام حالت میں حقِ امتیاز و استثنا حاصل ہے اور ہماری عام مایوسیوں میں وہ اپنے اندر ایک نمایاں نشانِ امید رکھتے ہیں۔ میں ان کی وقعت کرتا ہوں اور میری بہترین خواہش یہ ہے کہ ان کے ذریعہ قوم کی وہ نامراد امیدیں زندہ ہو سکیں جو ۵۰ سال سے نئی تعلیم کے ساتھ وابستہ رہی ہیں اور

مایوسی کے سوا ان میں کچھ نصیب نہیں ہوا ہے۔ اس طبقہ کی اس تعجب انگیز خصوصیت سے بھی جو میرے لیے "جہل و علم" کے اجتماع نقیضین کی صورت میں ہمیشہ دردانگیز رہی ہے۔ الحمدللہ کہ یہ نفوس معدودہ و قلیلہ مستثنیٰ ہیں اور مطالعۂ علوم و ذوق و تصنیف و تالیف سے ناآشنا نہیں۔

انھی چند لوگوں میں میرے عزیز دوست مسٹر عبدالماجد بی اے بھی ہیں مجھے یقین ہے کہ ان کا ذوقِ علمی اردو زبان کو انشاء اللہ بہت فائدہ پہنچائے گا اور علوم حدیثہ کے تراجم میں ان سے بہت مفید مدد ملے گی جو اب تک اردو زبان میں گویا مفقودِ محض ہیں۔

لیکن مجھ کو نہایت افسوس اور رنج ہے کہ "حظ و کرب" کے معاملے میں وہ ایک نہایت سخت غلطی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور بجائے اس کے کہ جو مشورہ ان کو دیا گیا تھا۔ اس کو تسلیم کر لیتے، محض لاحاصل بحث و مناظرے میں پڑ گئے ہیں۔ حالانکہ یہ معاملہ ان کے بس کا نہ تھا۔ نہ تو ان کو اس معاملے میں معلومات حاصل ہیں، اور نہ ان کے مذاق و مطالعے کی یہ چیز ہے ان کو انگریزی سے ترجمہ کرنا چاہیے اور بس۔ اصطلاحات کے باب میں واقف کاروں کے مشورے کو قبول کر لینا ہی بہتر ہے، انھوں نے زبان کے متعلق ایک عجیب و غریب اجتہاد کیا ہے۔ یہ اجتہاد جس قدر غلط ہے، اتنا ہی متعدی ہونے کی صورت میں زبان اردو اور ادبیاتِ علمیہ کے لیے مضر بھی ہے، ان کی دوسری تحریر میں نے کلکتہ آکر پڑھی اور میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ ایک فتنۂ لغویہ ہے۔ جس کی ابتدا کا بار وہ اپنے سر لے رہے ہیں، اور خدا نہ کرے کہ وہ زیادہ متعدی ہو۔

علم و اخلاق میں اجتہادات ہو چکے ہیں مذہب اسی خنجر اجتہاد کا قتیل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کی مشقِ اجتہاد کے لیے یہ میدان کافی تھے۔ غریب زبان کو تو آپ چھوڑ ہی دیجیے۔ پچھلے اشغال اجتہادیہ میں اب بھی مصروفیات کی اور گنجایش نکل سکتی ہے۔ اگر اس نئے مشغلے کو ازراہِ ترحم ملتوی کر دیا گیا۔ تو کچھ آپ لوگ بالکل بیکار نہ ہو جائیں گے۔

مسئلہ وضع اصطلاحات اور حظ و کرب ایک وقت میں انسان کس کس چیز کو لکھے؟ مجھے اس بارے میں دفتر کے دفتر لکھنے ہیں مگر مجبور ہوں، میں آج پھر اپنے گذشتہ جملے کو دہراتا ہوں

اور کہتا ہوں کہ اس مسئلے کو لوگوں نے اپنی ناواقفیت اور عدم جامعیت لسانیین کی وجہ سے جیسا کہ مشکل سمجھ رکھا ہے، ویسا نہیں ہے۔ گو مشکل ضرور ہے، مگر اشکال سے تو کوئی کام خالی نہیں ہوتا۔

سردست حظ و کرب اور "Pleasure" اور "Pain" ہی کو ایک مثال قرار دیجیے، اور کچھ وقت عنایت فرمایئے، میں نے اپنے دوسرے نوٹ میں حسبِ ذیل امور پر توجہ دلائی تھی:

۱۔ عربی میں لذّت والم بعینہ انہی معنوں میں بولا جاتا ہے جن کی انھیں تلاش ہے۔

۲۔ حظّ کا لفظ لذت کے معنی میں بالکل غلط ہے اور لغت میں بھی اور اصطلاح میں بھی، نیز اس کے مفہوم کو مفہوم مَانَحْنُ فِیْہِ سے کوئی قرب و تعلق بھی نہیں۔ پھر کون سی مجبوری ہے کہ "لذّت والم" کو چھوڑ کر "حظّ و کرب" اختیار کیا جائے۔

۳۔ عربی کے بہت سے الفاظ ہیں جو فارسی میں آکر اپنے اصلی معنی لغویہ سے الگ ہو گئے، لیکن حظّ فارسی میں بھی بہ معنی لذّت نہیں بولا جاتا۔ چنانچہ اشعارِ اساتذہ سے متحقق کہ حظّ نصیب ہی کے معنی میں مستعمل ہے۔

اردو فارسی کی طرح اپنے علمی ادبیات میں اب تک عربی کے ماتحت ہے۔ اس کا کوئی خاص علمی لٹریچر نہیں۔ اپنی اصطلاحات نہیں۔ جتنی اصطلاحات ہماری زبانوں میں ہیں، سب کی سب عربی ہیں۔ پس اردو کے تراجم علوم میں الفاظ عربیہ کا استعمال ناگزیر ہے اس لیے سند کے لیے اردو بول چال نہیں بلکہ عربی لغت و اصطلاح علوم کا حوالہ مطلوب۔ اگر لوگ حظ بمعنی لذت بولتے ہیں تو بولیں شعر میں بھی ہم کہہ دیں گے لیکن علم النفس کے مترجم کو اس سے کیا تعلق؟

۵۔ فرہنگ آصفیہ کے حوالے پر افسوس ہے۔

۶۔ لوگوں نے اپنی ناواقفیت سے مسئلہ اصطلاحات کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔ فلسفہ میں ہر طرح کی عربی اصطلاحات مل سکتی ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ نے ان تمام امور میں سے کسی ایک پر بھی توجہ نہیں کی اور

جب کہ آپ غلط فہمیوں کو دور کرنے کی فکر میں سرگرم جواب ہوئے تو ان دفعات میں سے ہر دفعہ کے متعلق غلط فہمیوں ہی سے اپنے استقبال کا کام بھی لیا۔ آپ نے اپنے جواب میں میری معروضات کی جس قدر تشریح کی ہے وہی غلط ہے تا باصل بحث چہ رسد؟

امراؤں کی نسبت آپ لکھتے ہیں :

"سوال یہ ہے اور" صرف یہ ہے" (؟) کہ Pleasure اور Pain کا صحیح تر مفہوم اردو میں کون سے الفاظ ادا کر سکتے ہیں ؟ جناب کا ارشاد ہے کہ لذت والم اور میرا خیال ہے کہ حظ و کرب۔ آپ اپنے دعوے پر عربی لغت سے حجت لاتے ہیں۔ میں اپنی تائید میں اردو محاورہ و لغت کو پیش کرتا ہوں ۔"

لیکن گزارش یہ ہے اور "صرف" یہی نہیں بلکہ اور بھی اس کے بعد گزارشیں ہوں گی کہ آپ نے دعویٔ حجتِ لغت اور استشہاد کا خواہ مخواہ اسراف بے جا کیا۔ یہاں نہ تو حجج و براہین پیش کیے گئے ہیں اور نہ کسی استشہاد و استدلال کی ضرورت، ان چیزوں کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں کسی بحث میں اختلاف کی گنجایش ہو۔ حظ کے لفظ کے لیے نہ تو میں نے عربی لغت کا حوالہ دیا اور نہ کوئی شہادت پیش کی۔ حظ کے معنی اس آسمان کے نیچے صرف ایک ہی ہیں یعنی قسمت و نصیب اور بس۔ قلیوبی اور درایۃ الادب کا طالب علم بھی اس کو جانتا ہے۔ ایک ایسی کھلی اور عام بات کے لیے مجھے کیا پڑی تھی کہ جوہری اور فیروزآبادی کی شہادتیں پیش کرتا ؟ پس نہ میں "حجت لایا ہوں" اور نہ دعوے کی کوئی اصطلاحی شکل درپیش ہے۔

میں قطعی فیصلہ نہیں کر سکتا کہ آپ کو جو غلطی اصل مسئلہ میں ہوئی ہے وہ زیادہ سخت ہے یا جو متواتر و مسلسل غلط فہمیاں میری تحریر کے سمجھنے میں ہوئی ہیں، وہ زیادہ سنگین ہیں ؟ تاہم میرے لیے تو دوسری صورت بھی اب پہلی صورت سے زیادہ دردانگیز ہو گئی ہے۔

میں نے لکھا تھا کہ فرہنگِ آصفیہ کے حوالے پر افسوس ہے اور کیا کہوں ؟ اور اس طرح بلا ضرورت کسی کتاب کے متعلق جرح و تنقیص کو بہتر نہ سمجھ کر ٹال دیا تھا، مگر

آپ نے اس کا یہ مطلب قرار دیا کہ مجھ کو اردو لغت کے حوالے پر تعجب و افسوس ہے

سخن شناس نۂ دلبرا خطا ایں جاست !

اب مجھ کو کھول کر کہنا پڑا۔ اصل یہ ہے کہ میں فرہنگِ آصفیہ کو اردو لغت کے اعتبار سے قابلِ اعتبار کتاب نہیں سمجھتا اور بالکل پسند نہیں کرتا کہ آپ کسی حوالہ و سند کے لیے اس کی ورق گردانی کریں۔ افسوس اس پر نہ تھا کہ اردو لغت سے کیوں استشہاد کیا گیا افسوس آپ کی ناواقفیت پر تھا کہ فرہنگِ آصفیہ کو اردو زبان کا معتبر لغت سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح بے فکر ہو کر اس کا حوالہ دیتے ہیں گویا وہ ایک مسلّم و معروف کتاب ہے! آگے چل کر آپ نے حظّ بمعنی مفرد سنہ لذت کو اردو قرار دیا ہے، اور غیر زبان کے مہنّد و متغیر المخارج والمعنی الفاظ کے اردو ہونے کو ایک ایسا نکتۂ نادر و بدیع و تحقیق غریب و عجیب سمجھا ہے کہ میں اسے سن کر بے اختیار چونک اٹھوں گا۔ اور حیران و پریشان ہو کر شور مچانے لگوں گا چنانچہ آپ لکھتے ہیں :

" آپ حیرت سے فرمائیں گے کہ حظ تو عربی لفظ ہے اسے اردو کہنا کیوں کر جائز ہے"؟

یاللعجب! آپ کبھی تو مجھے غلط فہمیوں میں مبتلا دیکھ کر دستِ تحقیق و رہنمائی بڑھاتے ہیں، کبھی خود ہی اپنی طرح مجھے حیران، فرض کر لیتے ہیں۔ الحمدللہ نہ تو میں غلط فہمیوں میں مبتلا ہوں، اور نہ ان حقائقِ غریبہ اور نکاتِ عجیبۂ لغویہ پر متحیر ہوں۔ بغیر کسی "حیرانی" کے ہر شخص جانتا ہے کہ ہر زبان میں باہر کے الفاظ آکر بہ تغیر مخارج و معانی اس زبان میں شامل ہو جاتے ہیں۔ دراصل یہی تغیر نئی زبانوں کو پیدا کرتا ہے۔ اور اردو تو مختلف زبانوں کے مجموعے ہی کا نام ہے۔ جو الفاظ عربی و فارسی یا انگریزی بادنیٰ تغیر رائج ہو گئے ہیں، وہ یقیناً اردو ہیں۔ یہ کوئی "حیرانی" و سرگردانی کی بات نہیں۔ میں مدت سے اس نکتۂ نادر کو جانتا ہوں اور باوجود جاننے کے اب تک میں نے کوئی "حیرانی" اپنے اندر نہیں پائی ہے۔ البتہ میری نئی حیرانی یہ ہے کہ آپ صرف مقصد سے خواہ مخواہ اعراض کرتے ہیں۔ اور دقّتِ نظر سے کام نہیں لیتے۔ اس اصول سے مَا نَحْنُ فِیْہِ کو کوئی تعلق نہیں

اور تحقیق و معارف کے سفر میں بڑی چیز یہی ہے کہ مختلف راہوں کے حدود کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے۔ اور ہر اصول کو اس کی اصلی جگہ ملے۔

یہی سبب ہے کہ میں نے "علم النفس اور زہر عشق" کا سوال پیش کیا تھا مگر اپنی نارسائی عرضِ مدعا پر متاسف ہوں کہ شرف استماع و فہم سے محروم رہا۔ آپ صرف اس پر زور دیتے ہیں کہ میں علم النفس کو عربی میں نہیں بلکہ اردو میں لکھ رہا ہوں اور اردو میں حظ لذت کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ پس میں ادب کو کہ عربی ہے اپنی اقلیم قبولیت سے خارج البلد کرتا ہوں اور اس کی جگہ "حظ" کو کہ اردو ہے، خلعت قبولیت سے سرفرازی بخشتا ہوں، اگر اس اردو قبول مختارانہ اور عزل و نصب مجتہدانہ پر کسی کو اعتراض ہے تو "دعوائے اجتہاد" عام بول چال اور فرہنگِ آصفیہ کی عدالت کھلی ہوئی ہے۔

داور گاہے بنا فرمودہ دے ہر سرا را منصف و صدر امین و صدر اعلیٰ کردہ است

اس مقدمے کی عاجلانہ ترتیب اور فیصلے کی جلدی تو قابل داد ہے مگر شاید عدالت کے کاروبار میں ایک شے انصاف نامی کو بھی ضروری سمجھا گیا ہے۔ آپ نے غلطیوں کا ایک الجھا ہوا مجموعہ سامنے رکھ دیا ہے۔

یہ اصول بالکل صحیح ہے کہ اردو میں جو الفاظ دخیلہ موجود ہیں وہ تغیّر معنی یا تغیر حروف و حرکات و صورت کے بعد اردو ہو گئے۔ یہ بھی مسلّم کہ بول چال میں حظ لذت کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ تاہم آپ کی قائم کردہ عدالت میں جانے کی کوئی ضرورت پھر بھی پیش نہیں آتی کیونکہ میرا سوال یہ نہیں تھا کہ الفاظ عربیہ متغیرہ اردو کو ان کے اصلی معنی لغویہ ہی میں استعمال کرنا چاہیے، اور ہماری بول چال کوئی چیز نہیں۔ بلکہ یہ تھا اور صرف یہ تھا کہ "اردو میں جب کسی علم و فن کو لکھیں گے تو چونکہ اردو اپنی علمی ادبیات میں عربی کے زیر اثر اور اسکی ماتحت ہے۔ اس لیے لامحالہ ہمیں عربی اصطلاحات کو مقدّم رکھنا پڑے گا۔ اور جب اصطلاحات عربی سے کام لیں گے تو اس کے وہی معنی معتبر ہوں گے۔ جو عربی میں لیے جاتے ہیں۔ اصطلاحات دوسری چیز ہیں اور شعر و ادب دوسری شے۔ اگر عربی میں ہم کو اصطلاحات ملیں (لیکن نہ ملنے کا حق ادعائے علم و تلاش کے بعد ہے نہ کہ پہلے) بلکہ بعض علوم حدیث و

طبیعات جدیدہ کی شاخوں میں تو اس صورت میں ہم کو نئے الفاظ وضع کرنا چاہییں۔ لیکن ان کی بھی دو صورتیں ہیں یا تو اصل انگریزی اصطلاحات لے لیں یا ان کی جگہ خود نئے الفاظ بنائیں، ایسی صورت میں اگر عربی الفاظ سے مدد لی گئی تو اس میں بھی عربی زبان و لغت کا لحاظ رکھنا ضرور ہوگا کیوں کہ ہم اردو میں علوم و فنون مرتب کر رہے ہیں۔ "مثنوی زہر عشق نہیں لکھ رہے۔"

ذرا تامّل کو کام میں لائیے۔ دو چیزیں ہیں اور دونوں بالکل مختلف حکم و حالت رکھتی ہیں۔ ایک مسئلہ تو عام طور پر اردو زبان میں الفاظ کے استعمال اور ان کے معنی کے قرار دینے کا ہے۔ دوسرا علمی اصطلاحات کا۔ خدارا میرے مطلب کے سمجھنے سے اب زیادہ اعراض نہ فرمائیے گا۔ میں نے یہ کہا تھا کہ دوسری صورت میں اردو ادب تابعِ عربی ہے اور عربی الفاظ کو عربی کے متعارف معانی میں استعمال کرنا پڑے گا۔ اس کے لیے عام بول چال کی سند بالکل بے معنی و بے اثر ہے۔

جس اصول پر آپ نے ازراہِ نوازش میری مفروضہ "حیرانی" دور کرنی چاہی ہے وہ پہلی صورت سے متعلق ہے اور ہماری موجودہ بحث صورت ثانی سے تعلق رکھتی ہے اگر آپ بحث صاف کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس پر غور فرمائیے، یہ بہت صاف بات ہے اور اصل راہ فیصلہ و تحقیق، فرہنگِ آصفیہ اور غیاثُ اللغات کی ورق گردانی میں بیکار وقت ضائع نہ کیجیے۔[۱]

اس کے بعد آپ لکھتے ہیں:

"اگر آپ کے اصول کو وسعت دی جائے کہ ہر اردو لفظ کی "تحقیق" اس زبان کے لغت سے کرنی چاہیے۔ جس سے وہ آیا ہے تو اردو کے پاس باقی کیا رہ جاتا ہے۔"

آپ نے "تحقیق" کا لفظ لکھا ہے اور گو میں نے اس اصول کی طرف کہیں اشارہ نہیں کیا مگر واقعی ہر لفظ کی تحقیق تو اسی زبان کے لغت سے کرنی پڑے گی، جس سے

۱؎ الہلال۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۱۳ء ص ۱۲ تا ۱۵۔

وہ آیا ہے۔ یہ تو ایک قدرتی اور ناگزیر امر ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ غالباً یہاں آپ کا مقصود "تحقیق"، نہیں بلکہ صحتِ استعمال اور جوازِ استعمال" ہے۔ جلدی میں آپ تحقیق کا لفظ لکھ گئے ہیں۔

پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ آپ عام الفاظ اور مخصوص اصطلاحاتِ علمیہ میں فرق کرنے سے اپنے تئیں مقصر ظاہر کر رہے ہیں۔ حالانکہ اگر آپ چاہیں تو اس فرق کو محسوس کرنا مشکل نہیں۔ میں ابتدا سے کہہ رہا ہوں کہ اردو کے عام الفاظ کا سوال نہیں بلکہ اصطلاحاتِ علمیہ کا ہے۔ میں نے کہیں یہ اصول پیش نہیں کیا کہ ہر لفظ کا استعمال اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ وہ اصلی زبان کے لغت سے بھی ان معانی میں صحیح ثابت ہو جائے میری گزارش تو صرف "اصطلاحاتِ علمیہ" تک محدود ہے، اور اس لیے مثنوی زہرِ عشق اور علم النفس کا سوال آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ آپ سنتے ہیں میرے سوال کو دہراتے ہیں۔ اس کو ایک ناقابلِ انکار حقیقت" قرار دیتے ہیں۔ مگر پھر جواب نہیں دیتے۔ فیصلہ ہو تو کیوں کر؟

گوش اگر گوش تو و نالہ اگر نالۂ من　　　آنچہ البتہ بہ جائے نہ رسد، فریاد ست

آپ نے جس نکتہ علم اللسان کی طرف اشارہ کیا ہے اور پھر خود بخود میری "حیرانی"، کی علاج فرمائی پر متوجہ ہوئے ہیں، اس کو دو مرتبہ خود وکیل میں لکھ چکا ہوں۔ جب کہ چند الفاظ عربی و انگریزی کی بحث چھڑ گئی تھی۔

ان دلائل و براہینِ واضحہ و بینہ کے بعد آپ نے اس بحث کا خاتمہ کر دیا ہے اور عدالت برخاست ہو گئی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"اصل مسئلہ ختم ہو گیا"

گر یوں ہی ہے تو قاعدہ اچھا ٹھہر گیا

اگر کسی "مسئلے کے ختم کرنے" کا یہی طریقہ ہے کہ اصل فیصلہ طلب امور کو نذرِ تجاہل و تغافل کر کے اختتام بحث کا اعلان کر دیا جائے۔ تو پھر بحث میں صرف وقت کرنے سے کہیں بہتر خاموشی و اعراض ہے۔ ہم کو کوئی شخص مجبور نہیں کرتا کہ ہم بولیں۔ لیکن اگر

بولیں گے تو پھر بات کرنے والوں ہی کی طرح بات کرنی پڑے گی۔

میں نے اس بارے میں جو کچھ لکھا تھا اس کو گزشتہ نمبر میں چھ دفعات کے اندر عرض کر چکا ہوں۔ مسئلے کے خاتمے کا یہ حال ہے کہ ان میں سے کسی ایک امر کے متعلق بھی آپ نے غور نہیں کیا۔ اور جتنا کچھ کیا، اس کا یہ حال ہے کہ وہ گویائی پر خاموشی کی ترجیح و تقدم کی ایک مثالِ تازہ سے زیادہ نہیں!

اس بحث سے فارغ ہو کر آپ نے "حظ" کو بمعنی مفروضہ "لذت" فارسی سے ثابت کرنا چاہا ہے، حالانکہ پہلی بحث کی طرح یہ موضوع بھی آپ کے بس کا نہ تھا اور آپ کے لیے اور نیز اس شخص کے لیے جو آپ کی سی حالت رکھتا ہو، یہی بہتر ہے کہ وہ ان امور میں دخل نہ دے جن سے ناواقف ہے۔ میں ہمیشہ اپنی معروضات میں بحث کے ان پہلوؤں سے نہایت احتراز کرتا ہوں جن سے مخاطب کی واقفیت یا علم کے متعلق کوئی مخالف خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ طبائع کو رنجیدہ اور بحث کو مقصد سے دور کر دینے والی باتیں ہیں اور اسی بناء پر "حظ و کرب" کے بارے میں بھی میں نے باوجود ضرورت کے اس سے احتراز کیا۔ لیکن آپ کا لاحاصل اصرار بڑھتا جاتا ہے اور اس سے زبان اور فارسی لغات کے متعلق نہایت سخت غلط فہمیاں اوروں کے لیے پیدا ہو جانے کا خوف ہے، اس لیے اب مجبوراً عرض کرتا ہوں کہ آپ ان کاموں میں کیوں پڑتے ہیں جن کی نسبت نہ تو آپ کو علم ہے اور نہ واقفیت۔ میں نے حظ کے متعلق غالبؔ کا ایک شعر لکھ دیا تھا اور صرف اس لیے کہ اتفاقاً اس وقت یاد آگیا۔ کوئی لفظ سند یا استدلال کا وہاں نہ تھا۔ اس پر آپ متعجب ہو کر لکھتے ہیں:

"اور اس کے ثبوت میں غالب کا "ایک" شعر پیش کرنا آپ کافی سمجھتے ہیں۔ جس میں حظ کو حصے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔"

میں نے بطور سند کے تو لکھا نہیں تھا۔ کیونکہ ایک ایسی بات لکھ رہا تھا، جس سے آپ کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد ہر فارسی داں واقف ہے، لیکن اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو آپ کے اس "ایک" پر زور دینے کا مطلب بالکل سمجھ میں نہیں آتا؟ کیا آپ کا مطلب یہ

ہے کہ اس موقع پر دو چار سو شعروں کی ضرورت تھی؟ اگر غالب کا شعر پیش نہ کروں تو کیا۔ٹیک چند بہار، محمد حسین دکنی اور مولوی غیاث الدین رام پوری کی سند دوں؟ اس کے بعد آپ واقعات کو دلائل کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"افسوس ہے کہ بہارِ عجم وغیرہ اس وقت سامنے موجود نہیں ورنہ غالباً "بقیدِ صفحہ و سطر" میں بتا سکتا کہ فارسی کے متعدد لغت نویسوں نے حظ کو لذت و مسرت کے معنی میں استعمال کرنے کی "افسوسناک غلطی" کی ہے"۔

"عظیم الشان بہارِ عجم" کے نہ ملنے پر آپ کو جو افسوس ہے۔ اس میں مجھے بھی آپ سے ہمدردی ہے۔ مگر ساتھ ہی خود غرضانہ اس کی خوشی بھی ہے کہ اگر خدانخواستہ دلائلِ قاطعہ و براہینِ ساطعہ کی یہ تیغ بے امان آپ کے ہاتھ آجاتی تو نہیں معلوم میری معروضات کی مسکین ہستی کا کیا حال ہوتا؟

پھر لطف یہ کہ آپ بقیدِ صفحہ و سطر بتلا دیتے، اور اس کے بعد غالباً قرنوں اور صدیوں تک کے لیے حظ بمعنی لذت کا علم ثبوت سرزمینِ لغات فارسیہ اور اصطلاحاتِ علمیہ میں نصب ہو جاتا! وذٰلك مبلغهم من العلم!

اس کے بعد دلائل و اسناد کی ایک عظیم الشان صف رونما ہوتی ہے، جس کے سرخیلِ حلقہ حضرت "غیاث اللغات" ہیں اور اس کے پیچھے پیچھے علامہ پامر، مولانا ویلکنس، محقق اسٹین گاس، فارسی لغات کی موت و حیات کا سررشتہ سنبھالتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں اور سب کے آخر میں خود جناب ہیں، جو فنِ لغت کی اس مہیب نمایش کے بعد مجھے دعوتِ غور و فکر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: غور فرمائیے کہ یہ "اہلِ لغت" نہ صرف حظ کو لذت کے معنی میں استعمال کرتے ہیں بلکہ اس سے جتنی تراکیب پیدا کرتے ہیں۔ ان سب میں بھی حظ کے معنی لذت اور صرف لذت کے لیتے ہیں"۔

جب آپ کی واقفیت کا یہ حال ہے تو اربابِ علم انصاف کریں کہ اب میں کیا کہوں؟ آپ کو کون سمجھائے کہ کسی فارسی لغت کا نولکشوری پریس میں چھپنا ہی دلیل وقار نہیں اور نہ اس میں آپ کے حسب مطلب حظ کے لفظ کا مل جانا مستند ہونے کا کوئی ثبوت!

آپ غالب کے ایک شعر پہ معترض ہیں جس نے قاطع برہان لکھ کر ہمیشہ کے لیے ہندستا
لغت نویسوں کی آبرو مٹا دی۔ مگر مسکین ٹیک چند کے نہ ملنے پر آپ کو افسوس ہے اور
پورا یقین ہے کہ اگر بہارِ عجم کسی طرح میسّر آجاتی تو "بقیدِ صفحہ و سطر" بتلا کر آپ اس بحث
کا خاتمہ کر دیتے، حالانکہ جہاں محمد حسین دکنی کو کوئی نہیں پوچھتا وہاں ٹیک چند کا نام لینا
ایک ایسی بات ہے جو صرف آپ ہی سے ممکن تھی۔

بہارِ عجم کے نہ ملنے کے "افسوس" کے بعد "خوش قسمتی سے غیاث اللغات آپ کی میز
پر نکل آئی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"خوش قسمتی سے غیاث اللغات میز پر موجود ہے، اور اس کی عبادت یہ ہے..."

افسوس ہے کہ آپ کی اس خوش قسمتی میں بھی مجھ کو "بد قسمتی" سے خلل انداز ہونا پڑیگا
میں پوری ذمہ داری کے ساتھ آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ غیاث اللغات کا نام فارسی
لغات کی بحث میں لینا نہایت تمسخر انگیز ہے۔ استدلال تو بجائے خود رہا۔ کوئی فارسی داں
شخص اپنی میز پر اس کو جگہ دے کر آپ کی طرح خوش قسمت ہونا بھی پسند نہیں کرے گا۔

اس کے بعد آپ نے چند انگریزی لغات کا حوالہ دیا ہے۔ یہ حوالے تمام پچھلے
حوالوں سے بھی بڑھ کر افسوس ناک ہیں۔ آپ کو اردو سے تو اتنی ہمدردی ہے کہ عربی
لغات کے ذکر پر متاسّف ہوتے ہیں اور لکھتے ہیں "اس سے زیادہ افسوس ناک امر یہ
ہے کہ خود اردو بولنے والوں کو اردو لغات کی تحقیق کے لیے عربی لغات کی جانب رجوع
کرنا پڑے"

"رجوع تو کسی نے نہیں کیا تھا لیکن بہر حال آپ کو اس پر افسوس ضرور ہے۔
پھر خدارا مسکین فارسی پر بھی رحم کیجیے جس کی لغات کے لیے باوجود ہزاروں
دواوین و کلام شعرائے فرس کے آپ ہمیں پامر کی چوکھٹ پر ناصیہ فرسائی
کی دعوت دے رہے ہیں۔ محض اس حق کی بنا پر کہ وہ کیمبرج میں عربی
کے پروفیسر ہیں"

ان مباحث میں آپ کی معذوری واضح ہے۔ تاہم ایک غلطی تو آپ کا ادعائے

اصرار ہے اور پھر دوسری غلطی ثبوت کے لیے لاحاصل کوشش کرنا اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ کے اپنے طریق اثبات و استدلال میں اس سے زیادہ افسوس ناک غلطی کی ہے جو موضوع بحث میں آپ کر چکے ہیں۔

اغلاط استدلال:۔ ایک شے ہے دعویٰ اور ایک چیز ہے استدلال۔ آپ نے دونوں میں غلطیاں کیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ حظ بمعنی لذت اصطلاحاتِ علمیہ میں صحیح ہے اور پھر دلائل پیش کرتے ہیں۔ آپ کے دعوے کی نسبت عرض کر چکا ہوں۔ لیکن اس سے زیادہ غلطیاں آپ کے طریق استدلال نے پیدا کر دیں۔

۱۔ آپ نے یہ غلط اصول قائم کر دیا۔ کہ اردو کی عام بول چال اصطلاحاتِ علمیہ میں مستند ہے۔

۲۔ آپ نے ضمناً فرہنگِ آصفیہ کو اردو لغات کی بحث میں قابلِ استناد قرار دیا حالانکہ (مصنف فرہنگ معاف رکھیں) اسے یہ حیثیت حاصل نہیں۔

۳۔ پھر اس غلط فہمی کا دروازہ کھول دیا۔ کہ لغاتِ فارسی کی بحث میں غیاث اللغات کی سند معتبر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ لوگ بلاتکلف غیاث کا حوالہ دینا شروع کر دینگے اور پھر دوبارہ اس "لغوی ایجی ٹیشن" کا اربابِ فن کو مقابلہ کرنا پڑے گا۔ جو مرحوم غالب نے قاطعِ برہان لکھ کر اپنے سامنے آمادۂ پیکار پایا تھا۔

۴۔ اس سے بھی بڑھ کر ظلم اکبر یہ کیا کہ فارسی لغات کی بحث میں انگریزی کی فارسی لغات کو مستند قرار دینے کی بدعت سیئہ کبیرہ کی بنیاد رکھی جو فی الحقیقت ایک اشد شدید فتنہ لغویہ ہے اور جو اگر چل نکلا تو اردو اور فارسی زبان کا بھی مذہب و اخلاق کی طرح خدا حافظ۔ پس مجھ کو جو اس تفصیلی تحریر کی ضرورت ہوئی تو صرف اصل بحث ہی کے متعلق ازالۂ اغلاط کا خیال محرک نہ تھا بلکہ زیادہ تر یہ خیال کہ آپ کے طریق استدلال کے اغلاط نے اصل غلطی سے بڑھ کر چند غلطیاں اور پیدا کر دی ہیں۔ اور وہ ایسی ہیں کہ اگر ان کو ظاہر نہ کیا جائے تو لغات و زبان کے متعلق ایک اصولی غلط فہمی میں لوگ گرفتار ہو جائیں گے، اگرچہ واقف کاروں کے لیے ان کی غلطیاں بالکل واضح و غیر محتاج،

انکشاف ہیں۔ پس ضرور ہے کہ اس حصۂ بحث کے متعلق میں یہ ظاہر کر دوں کہ

۱۔ غیاث اللغات کوئی مستند لغت نہیں۔ اس کا حوالہ فارسی لغات کے مباحث میں بیکار ہے۔

۲۔ اتنا ہی نہیں بلکہ بہارِ عجم وغیرہ لغات جو آج کل چھپ کر شائع ہو گئے ہیں قطعاً غیر معتبر، تمسخر انگیز اغلاط سے مملو اور ناقابلِ استناد ہیں جن حضرات کی ان کتابوں پر نظر ہے، انھوں نے وہ مباحث دیکھے ہیں جو برہانِ قاطع کی اشاعت کے بعد تحریر میں آئے ان رسائل پر بھی نظر ڈالی ہے جو ان لغات کی حمایت میں مثل موید البرہان، ساطع برہان، تیغ تیز تر۔ قاطع القاطع وغیرہ وغیرہ لکھے گئے۔ اور پھر قاطع برہان کے اس دوسرے ایڈیشن کو بھی دیکھا ہے جو درفش کاویانی کے نام سے شائع ہوا تھا۔ ان سے یہ امر پوشیدہ نہیں

۳۔ یورپ کے بعض مستشرقین نے جو لغات لکھے ہیں ان کا حوالہ بحیثیت سندِ لغت کے بالکل غیر معتبر ہے۔ عام طور پر مستشرقینِ فرنگ کا یہ حال ہے کہ وہ مشرقی علوم والسنہ کے متعلق اپنے مخصوص مباحثِ علمیہ میں نہایت مفید و نادر مطالب پیدا کر لیتے ہیں جن پر خود اس زبان کے بولنے والوں کو دسترس نہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ لغات وادب کی بحث میں ان کی سند معتبر ہو۔

اب صرف دو مطلب باقی رہ گئے ہیں، اصل مبحث اور اصطلاحاتِ علیہ کے متعلق جو چند سطور آپ نے مضمون کے آخر میں لکھی ہیں۔ سوان کی نسبت آئندہ نمبر میں عرض کروں گا کہ وہ ایک مفید اور نتیجہ خیز مبحث ہے۔ اور اس کو آخر تک پہنچانا ضروری ہے۔[1]

مولانا آزاد کے اس مضمون پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں لیکن اگر کوئی یہ سوچ رہا ہو کہ مولانا عبد الماجد دریابادی نے اس کے بعد اعتراف شکست کر لیا ہو گا، اور ردّ و کد اور بحث و جدال سے باز آ گئے ہوں گے تو ایسا نہیں حالانکہ یہاں شکست تسلیم کر لینے کا کوئی سوال نہ تھا بلکہ ایک معقول علمی حقیقت کے ماننے یا نہ ماننے کا مسئلہ تھا۔ لیکن

---

[1] الہلال، کلکتہ۔ یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۸ تا ۲۰۔

مولانا دریا بادی جوش کے جس مقام اور جذبات کے جس عالم میں پہنچ گئے تھے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا آزاد کا مضمون جسے قرار دادہ ترتیب کے مطابق تین قسطوں میں آنا تھا اور اس کی اطلاع مولانا دریا بادی کو بھی دی گئی تھی۔ اس کی پہلی قسط پڑھ کر ہی ایک تیز و تند جواب لکھ ڈالا، اور اس کے بعد اس کی مزید اقساط پڑھنے اور اس پر غور کرنے کے لیے تیار ہی نہ ہوئے۔ انھوں نے جواب لکھنے اور رائے قائم کرنے کے لیے زحمت انتظار تک گوارا نہ کی۔ جو فریق کسی علمی بحث میں جذبات کا اس طرح تابع فرمان بن جائے تو مسئلہ اختلاف فیہ میں تصفیے کی راہ کیوں کر نکل سکتی ہے۔ درحقیقت اب جذبات کے جس فلسفے پر وہ عامل تھے ان سے یہ توقع عبث تھی کہ وہ کوئی معقول مشورہ تسلیم کریں گے۔ یا بات مان لیں گے۔ چنانچہ حسب توقع انھوں نے جواب میں جو خط لکھا اس میں انھوں نے زبان قلم سے نوک نشتر کا کام لیا تھا، مولانا دریا بادی کی یہ تحریر "طنزیات" میں ایک خاص اور اعلیٰ مقام رکھتی ہے۔ اس خط میں انھوں نے بعض اہلِ علم کا تذکرہ بھی کیا ہے، اور ان کا سہارا پکڑنے یا انھیں ڈھال بنانے کی کوشش کی ہے، لیکن اس سے مولانا آزاد کے ان خیالات کی تردید نہیں ہوتی جو انھوں نے وضع اصطلاحات کے مسئلے میں اٹھائے ہیں۔ مولانا دریا بادی نے اس بات کو بالکل نظر انداز کر دیا کہ کسی خاص علم و فن میں مہارت کا مسئلہ بالکل الگ چیز ہے۔ اور زبان و بیان اور لغات و اصطلاحات علمیہ کا مسئلہ بالکل الگ ہے۔ اگر کسی علمی مسئلے میں ووٹنگ کا طریقہ ہو سکتا تو بلاشبہ بہت آرا جمع کر لی جا سکتی ہیں، اور علمی دلائل و براہین کے مقابلے میں انھیں گن کر مسئلے کی صحت و علوم کا فیصلہ کر دیا جا سکتا ہے۔ لیکن معلوم ہے کہ علمی مسائل کے تصفیے کا یہ طریقہ علمی طریقہ نہیں ہے، مولانا دریا بادی کے لیے بہتر طریق عمل یہ تھا کہ وہ ان حضرات کی محض و مجرد آرا کا حوالہ نہ دیتے بلکہ ان کے علمی دلائل سے استفادہ کرتے اور اپنے بیان اور دعوے کو مدلل کرتے۔ آج یقیناً مولانا دریا بادی اس امر کا اعتراف فرمائیں گے کہ کسی علم و فن کی کتاب حفظ کر لینے سے ایک علمی شخصیت وجود میں نہیں آجاتی۔ بلکہ کسی کتاب کا حافظ ہونا الگ بات ہے۔ اور کسی علم و فن یا کتاب کا عالم ہونا دوسری چیز

ہے۔ چنانچہ ان حضرات میں سے بھی ہر شخص وضع اصطلاحات کے مسئلے میں اہل راے نہ تھا۔ اور جس شخصیت نے اس فن میں بعد میں نام پیدا کیا، اور جس کی فکر و راے اس میدان میں رہنما بنی اس کی راے اس باب میں ٹھیک وہی ظاہر ہوئی جس کا اظہار مولانا آزاد پہلے کر چکے تھے۔

جیسا کہ عرض کیا مولانا دریا بادی نے یہ خط مولانا آزاد کے مضمون کی پہلی قسط دیکھ کر ہی لکھ دیا تھا۔ پھر اس کی اشاعت میں تاخیر ہوئی تو بے چین ہو کر اس کی اشاعت کے لیے تقاضا شروع کیا، مولانا آزاد ان کے تقاضے کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں:

"آپ کا مضمون پہنچا لیکن آپ نے کسی قدر جلدی کی، میری تحریر ناتمام ہے۔ میں اسے بعینہٖ الہلال میں شائع کر دوں گا مگر اپنی بقیہ تحریر کے ساتھ یا بعد"

اس وضاحت کے بعد لکھتے ہیں:

"آپ کے غصے نے بڑا لطف دیا"[۱]

مولانا آزاد کے مضمون کی دوسری قسط یکم اکتوبر ۱۹۱۲ء کے نمبر میں شائع ہوئی لیکن مولانا دریا بادی کا خط اس کے بعد بھی کئی اشاعتوں میں نہیں آیا تو انھیں بدگمانی پیدا ہوئی کہ شاید مولانا آزاد اسے چھاپنا نہیں چاہتے، اور اگر ان کا یہ خط شائع نہ ہوا تو ان کی شخصیت کا عظیم الشان بُت زمین بوس ہو جائے گا۔ اس لیے شاید اسے واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔ اور دوسرے کسی اخبار میں چھپوانے کی اجازت طلب کی۔ مولانا آزاد جواباً تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کا خط پہنچا، یہ تو میں نے پیشتر ہی آپ کو لکھ دیا تھا اور اجازت طلب کی تھی کہ مضمون کی اشاعت میں تاخیر ہوگی اور لکھا تھا کہ میں اپنی تحریر کے اختتام کے بعد جو نمبر وار چھپ رہی ہے، اسے درج کر دوں گا۔ چنانچہ اس کی نسبت آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ادھر میں اور معاملات میں اس طرح مصروف رہا کہ بقیہ مضمون کے لکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ بانکی پور چلا

---

[۱] تبرکات آزاد، مرتبہ مولانا غلام رسول مہر، کتاب منزل، لاہور۔ صفحہ ۹۲-۹۳۔

گیا تھا۔ وہاں سے واپس ہوا، اور بیمار ہوں پس آپ کی تحریر آیندہ اشاعت میں شائع ہوگی۔

رہا یہ کہ آپ اس کو دوسرے اخبارات میں شائع فرمائیں گے تو شاید میں نے اب تک کوئی کوشش اس طرح کی نہیں کی ہے کہ لوگ اپنے مضامین الہلال کے سوا دیگر رسائل میں شائع نہ کریں۔ یہ آپ کے لیے جس طرح اس وقت ممکن تھا۔ جب آپ نے وہ تحریر مجھے بھیجی۔ اب بھی ممکن ہے، اور آیندہ بھی ممکن ہوگا۔

آپ جس اخبار میں شائع کرنا چاہیں، شائع فرمادیں۔ مجھے تو کوئی عذر نہیں، البتہ بصورت عدم اشاعت سامنے بدھ کے بعد والے بدھ کو الہلال میں درج ہو سکے گی۔ اور بصورتِ اشاعت اس کا تذکرہ بہ حوالۂ اخبار شائع کنندہ ۔"

اس کے بعد کی سطروں سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مولانا دریابادی نے مولانا آزاد سے متعلق "سوءِ قصد" کی بدگمانی کی تھی اور اس کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ اس کے جواب میں مولانا لکھتے ہیں:

"آپ کو معلوم نہیں مراسلات وغیرہ الہلال میں ہمیشہ تاخیر سے شائع ہوتے ہیں۔ کئی کئی مضمون ایک ایک ماہ کے بعد نکلتے ہیں یہ بدنظمی ہو یا "سوءِ قصد" لیکن ایک عام بات ہے۔"[1]

بہر حال مولانا عبدالماجد دریابادی کا یہ خط "چند اور نئے الفاظ ——— اکاذیب اور شرمناک" کے عنوان سے شائع ہوا۔

مولانا دریابادی لکھتے ہیں:

"۷ ستمبر کے الہلال میں صفحہ ۲۲۱ سے لے کر ۲۲۳ تک انشاپردازی و خطابت کے پردے میں جن بہم "مغالطات" کا طومار یک جا کر دیا گیا ہے۔ ان کی داد

---

[1] تبرکات آزاد، صفحہ ۹۲، ۹۳۔

منطق کے طلبہ دیں گے ۔ میں اگر ان کی "پردہ دری" کرنا چاہوں بھی تو شاید اپنے دوسرے مشاغل کو کافی صدمہ پہنچائے بغیر نہیں کر سکتا ۔ البتہ ان متعدد ڈبے باکانہ اکاذیب" میں سے جو اس مضمون کی زیب و زینت کا باعث ہو رہے ۔ ایک بات کا صاف کر دینا میں ہر حال میں ضروری سمجھتا ہوں یہ قطعاً غلط ہے کہ میں اس معاملے میں " واقف کاروں " سے مشورہ طلب کرنے کا یا ان کے مشوروں کے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوں ۔ میں خود " بلا الہلال کے دربار سے کوئی ہدایت پائے ہوئے ملک کے ان متعدد تعلیم یافتہ حضرات سے مشورہ طلب کر چکا ہوں جو میرے نزدیک مشورہ دینے کے اہل یا بقول آپ کے واقف کار ہیں ۔ میں نے اس مسئلے میں مشورہ حاصل کیا ہے ۔ مسٹر سید کرامت حسین (سابق جج ہائی کورٹ) سے جو علوم عربیہ میں کمال رکھنے کے علاوہ فلسفۂ جدید (خصوصاً فلسفۂ اسپنسر) کے بھی عالم ہیں ۔ میں نے استفادہ کیا ہے مولانا حمید الدین بی اے (پروفیسر میور کالج، الٰہ آباد) سے جن کی جامعیتِ علوم مغربیہ و مشرقیہ سے شاید آپ کو بھی انکار کی جرأت نہ ہو ۔ میں نے استفادہ کیا ہے ۔ مولوی عبد الحق بی اے (صدر مہتمم تعلیمات حیدر آباد) سے جو علاوہ علوم مغربی سے واقفیت کے عربی میں بھی کافی دستگاہ رکھتے ہیں ۔ میں نے مشورہ حاصل کیا ہے ۔ خان بہادر میر اکبر حسین الٰہ آبادی سے جو علاوہ اردو زبان میں سند (Authority) ہونے کے فلسفۂ جدید کا خاصہ مذاق رکھتے ہیں، اور میں نے مشورہ طلب کیا ہے، اپنے شہر کے پروفیسر مرزا محمد ہادی بی اے (کرسچن کالج) سے جو علوم قدیمہ و جدیدہ دونوں میں مشہور قابلیت رکھتے ہیں ۔ حضرات موصوف کے علاوہ میں نے اور بھی ان متعدد تعلیم یافتہ لوگوں سے استصواب رائے کیا ہے، جن کی علمی و ادبی قابلیت کی شہرت ابھی غالباً اس فضا میں نہیں پہنچی ہے، جس میں الہلال کا نشو و نما ہو رہا ہے ۔

اور پھر میں نے بعض ان سنجیدہ مذاق اصحاب سے بھی تبادلہ خیالات میں کبھی تامل نہیں کیا۔ جو چند دنوں سے آپ کے اسٹاف میں ہیں۔ بعض حضرات سے ان مسائل پر کئی کئی گھنٹہ گفتگو رہی ہے۔ میرے لائق دوست مولوی سید سلیمان نے جس محنت سے وضع اصطلاحات علمیہ پر ایک تحریر شائع فرمائی ہے، نیز میرے ایک دوسرے دوست خدابندہ (جون پور) نے اسی مسئلہ "لذت والم" پر مضمون تحریر فرمایا تھا۔ میں اس کا اعتراف کرتا ہوں۔

ہاں یہ جرم مجھ سے بلاشبہ سرزد ہوا ہے، اور شاید آپ کے ضابطہ تعزیرات میں یہ جرم ناقابل معافی ہو۔ کہ میں نے اس شخص سے دستگیری کی التجا نہیں کی جس نے گو اپنی خطیبانہ سحر بیانیوں سے ایک بہت بڑی جماعت کو مرعوب ومسحور کر رکھا ہے۔ مگر جس کے خالص کمالات علمی کا ثبوت مجھے اب تک باوجود "سعی وتلاش" کے نہیں مل سکا۔

رہا آپ کا یہ دعویٰ کہ عربی میں فلسفہ کی بہتر سے بہتر اصطلاحات موجود ہیں۔ بشرطیکہ تلاش کی جائیں تو ان کے متعلق میں نے اپنے پچھلے خط میں جو سوال کیا تھا وہ بدستور قائم ہے۔ مجھے بتلائیے کہ میں سائکالوجی اپیسٹمالوجی، ایتھکس (اپنے جدید معنی میں) اور منطق استقراء کی اصطلاحات کس کتب خانے میں تلاش کروں؟ کس کتاب میں ڈھونڈھوں؟ مصر کے نامور فضلاء، مشہور مستشرقین یوروپ اور خود ہندوستان کے مستند ترین فضلاء مثلاً شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی تو اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں لیکن الہلال کو اپنے دعویٰ پر اصرار ہے اور چونکہ یہ دعویٰ الہلال نے کیا ہے، اس لیے کسی دلیل کی بھی حاجت نہیں۔ محض اس کا اعادہ وتکرار کافی ہے۔

لیکن یاد رکھیے کہ یہ خطیبانہ حربے، عوام فریب تقریروں اور تحریروں میں کتنے ہی کارگر ہوئے ہوں۔ لیکن علمی مباحث میں ان کا استعمال قطعاً بے محل وغیر موثر ہونے کے ساتھ "بے حد شرمناک" ہے۔ سیاست اور

مذہب مدت سے آپ کی تیغِ خطابیات کے زخم خوردہ ہو رہے ہیں۔ اب مہربانی کر کے علمی مسائل کی جان پر تو رحم فرمائیے[لے]"

مولانا ابوالکلام آزاد نے اس خط پر نہایت دلفریب تبصرہ کیا۔ اس میں ان کے چٹکیاں بھی لی ہیں، انھیں چھیڑا بھی ہے، انھیں اپنی طبیعت میں صبر و سکون پیدا کرنے اور مزاج کو بدلنے کا مشورہ بھی دیا ہے، اور مسئلہ زیرِ بحث میں سر رشتۂ فکر کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"سخت شرمائے وہ اتنا نہ سمجھتا تھا انھیں چھیڑنا تھا تو کوئی شکوۂ بے جا کرتا!

اب تک تو صرف "حظ و کرب" کے متعلق بحث تھی۔ لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی لغات و مصطلحات جدیدہ و مخترعہ میں اور چند الفاظ و اصطلاحات کا بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ اگر وضع و اختراع کی رفتار ایسی ہی تیز رہی تو مجھے ہمت ہار دینے کا علانیہ اعتراف ہے:

بیا کہ ما سپر انداختیم اگر جنگ است

اب تک تو صرف یہی مصیبت تھی کہ آپ "حظ و کرب" کا مطلب وہ نہیں سمجھتے، جو سمجھنا چاہیے۔ لیکن یہ تو بڑی مصیبت ہوگی کہ اب "مغالطات" "منطق" "پردہ داری"، "بے باکانہ اکاذیب" "کمالاتِ علمیہ" اور "بے حد شرمناک" کے متعلق بھی مجھے خوف پیدا ہو گیا ہے کہ آپ ان کے معنی سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ان الفاظ کو کن موقعوں پہ بولنا چاہیے؟ میں نے اس لیے اپنی تحریر میں اس طرح کے الفاظ کو "ان وَرِٹڈ کاماز" سے ممتاز کر دیا ہے۔

اگر میں چاہوں تو بغیر اپنے مشاغل کو صدمہ پہنچائے ان الفاظ کے معنی بھی عرض کر سکتا ہوں، جو افسوس ہے کہ مثل "حظ و کرب" کے آپ کو معلوم نہیں۔ لیکن چونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ غصہ میں آگئے ہیں اور آدمی غصہ میں اکثر گالیوں پر اتر ہی آتا ہے، اس لیے آپ کو معذور سمجھتا ہوں اور آپ کے غصے پر" ہنستا ہوں کاش آپ کو یاد رہا ہوتا کہ مسائلِ علمیہ کا فیصلہ گالیوں اور محض ادعائی الزام سے نہیں ہوتا۔ "اکاذیب" اور "شرمناک" کے استعمال کے لیے محض ان دو لفظوں کو مثل حظ و کرب کے سن لینا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ ان کے

مواقع استعمال کو بھی مثل "حظ و کرب" کے معلوم کرنا چاہیے:

غصے میں ان کو کچھ نہ رہا تن بدن کا ہوش ۔۔۔ کیا لطف ہم نے شب کو اٹھائے عتاب میں

اب آپ بگڑیں گے اور کہیں گے کہ مسائل علمیہ میں ایسے عاشقانہ شعروں کا پڑھنا "اکاذیب" ہے "بہتان" ہے "بیحد شرمناک" ہے۔ لیکن، خیر بے حد شرمناک اقدامات تو پہلے ہی کر چکا ہوں اب کیا ہے کہ دو گھڑی کے لیے آپ کے عشوہ طرازانہ غیظ و غضب سے جی بھی نہ بہلاؤں:

گالی سے کون خوش ہو مگر حسن اتفاق ۔۔۔ جو میری خوشی تھی وہ ہی مرا مدعا ہوا

البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ آپ کو تحریر و تالیف کا شوق ہے، آپ علمی مباحث میں مشغول رہنا چاہتے ہیں۔ بہتر ہے کہ طبیعت میں صبر و سکون پیدا کیجیے، اور نکتہ چینی سے گھبرا نہ اٹھیے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اصلاح و مذہب کے کاموں میں جس قدر سختی ضروری اور بعض حالتوں میں سخت سے سخت الفاظ کا استعمال تک بھی عین عدل و انصاف ہے اتنا ہی علمی مباحث میں اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ اپنی رائے پر نہایت سختی سے قائم رہیے۔ مخالف کا سخت سے سخت پیرایۂ نقد میں جواب دیجیے، مگر دشنام آمیز الفاظ کا استعمال اور غلط الزام دہی کس طرح جائز نہیں۔ ذرا سی بات پر بگڑ اٹھنا، اور مخاطب پر بغیر کسی ثبوت کے کذب و افترا اور اعمال سحریہ کا الزام لگانا، لوگوں کی نظر میں آپ کے وقار کو کھو دے گا۔ اور جن کاموں میں آپ رہنا چاہتے ہیں ان کے لیے نہایت مضر ہوگا۔ سب سے زیادہ یہ کہ اس طرح کی طفلانہ برہمی آپ کی اس حیثیت کو صدمہ پہنچائے گی۔ جس کے آپ خواہشمند ہیں۔ یعنی علمی زندگی کے اختیار کرنے میں حارج ہوگی اور پھر ویسے بھی آپ جانتے ہیں کہ کسی راہ چلتے بھلے آدمی کو گالی دے دینا اس خیال سے کہ شریف آدمی ہے مارے گا نہیں، کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

اگر میں آپ سے پوچھ بیٹھوں کہ "اکاذیب" بہتان بے حد شرمناک اور مغالطات" میری تحریروں میں سے نکالیے تو آپ کے لیے کیسی مشکل ہو؟

"بہتان اور شرمناک" کا یہ حال ہے کہ میں نے چند سطروں میں آپ کو ابتداءً توجہ دلائی اور مجبوراً کیونکہ مضمون کے عنوان میں تبدیلی نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے اپنے وجوہ لکھے

میں نے اس کے متعلق پھر چند سطریں لکھیں۔ آپ کو چاہیے تھا کہ اس پر غور کرتے اور سمجھ کر کچھ کہتے لیکن آپ نے فرہنگ آصفیہ، غیاث اللغات، پامر و ِلکنس اور اسٹین گاس کی سندات کا پشتارہ اٹھایا، اور بلا تامل پٹک دیا۔ اس پر میں نے دیکھا کہ اصل موضوع کے علاوہ چند در چند غلطیاں ایسی پیدا ہو گئی ہیں جن کی وجہ سے زبان اور وضع اصطلاحات واستثنا واستشہاد کتب کی نسبت لوگوں کو سخت غلط فہمیاں ہوں گی اور ایک "فتنہ لغویہ" کا دروازہ کھل جائیگا پس میں نے تفصیل سے اپنے خیالات ظاہر کیے۔ تاہم بحث سے پہلے آپ کے شوقِ علمی کی تعریف کی۔ آپ کو عام تعلیم یافتہ طبقہ کی جہل سالہ خیرہ ذوقی سے الگ پاتا ہوں اور خوش ہوتا ہوں، اس کا اظہار تھا اور پورے مضمون میں کہیں بھی کوئی سخت لفظ یا "شرمناک" الزام آپ پر نہ لگایا کہ ایسے مباحث میں ان باتوں کا موقع ہی کیا تھا۔

میں نے اوّل سے آخر تک اصولاً بحث کی اور پھر آخر میں دفعہ وار نتائج بحث پیش کر دیے ان تمام دفعات میں سے ایک دفعہ کی نسبت بھی آپ نے کچھ نہیں لکھا اور نہ کوئی جواب دیا۔ آپ کو اپنے "اشغال" کے مضروب ومجروح ہونے کا خوف ہے۔ لیکن افسوس کہ آپ کو ایک کام سے زیادہ لاحاصل دشنام دہی اور ادعائی الزام کی فرصت مل گئی۔ مگر میرے سوالوں کے جواب دینے کا موقع نہ ملا؟ میں نے استعمالِ اصطلاحات، عام بول چال اور اصطلاحاتِ علمیہ کے اختلاف الفاظِ مہندہ و دخیلہ کی حقیقت، غیاث اللغات اور فرہنگ آصفیہ کے حوالے، انگریزی لغات سے استشہاد اور متعدد امور کی نسبت جو کچھ لکھا۔ اس کا کیا علاج ہے کہ اس میں آپ کو صرف "اتہام" "بے حد شرمناک"، "مغالطات" اور "اکاذیب" ہی نظر آیا؟ اور اس پر ستم جانکاہ یہ کہ اپنے اشغال عظیمہ اور اعمال علمیہ کو ٹھیس لگنے کے خوف سے ثبوت و دلیل کی فرصت بھی نہیں۔

کیا خوبیاں ہیں میرے تغافل شعار میں

"انشا پردازی" اور "خطابت" جس سے کام لینے کی آپ نے اس تحریر میں نہایت غیر مخفی سعی کی ہے۔ بار بار آپ کی زبان پر آتا ہے۔ خطابت فن تقریر کو کہتے ہیں۔ غالباً خطابت کو آپ خطابیات کے معنوں میں بول گئے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس کے لیے بھی آپ کو

صبر و انتظار کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر آپ یا آپ کے ساتھ اور لوگ بھی اس نادانی میں بتلا ہیں کہ مباحثِ علمیہ کے لیے ضروری ہے کہ ان کا طرزِ تحریر قصداً نہایت روکھا پھیکا اور غیر انشا پردازانہ رکھا جائے اگر ایسا نہیں ہے تو وہ کوئی علمی بحث ہی نہیں، تو یہ نہایت سخت غلطی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ علمی مباحث کو عام ادبیات سے مختلف ہونا چاہیے۔ لیکن اس اختلاف کی بنا طرزِ تحریر نہیں بلکہ مطالب کا اختلاف ہے۔

یہ اس کی تفصیل کا موقع نہیں لیکن حظ وکرب کے متعلق میری تحریر کوئی علم وفن کا مقالہ نہ تھا بلکہ آپ کے مضمون پر ایک سرسری نقد تھا۔ اگر انشا پردازی سے آپ کا مقصد یہ ہے کہ اس کی عبارت اچھی اور اس کے الفاظ اور جملے بلیغانہ تھے تو کوئی شخص آپ کی اس تعریض کا مطلب نہ سمجھ سکے گا کہ کسی مضمون کا خوش عبارت و بلیغ الفاظ ہونا اس کے پیش کردہ مطالب کے غلط ہونے کے لیے کیوں کر مستلزم ہے، اگر ایک شخص اپنے ہر طرح کے مطالب کو اچھی عبارت میں لکھ سکتا ہے، یہ تو اللہ کا ایک فضل ہے اور یقیناً خوشی کی بات ہے پھر آپ اس کے لیے غمگیں کیوں ہیں؟ کیا آپ کے جواب دینے کے لیے یہ بھی ایک شرط ہے کہ مضمون "غیر انشا پرداز نہ ہو"؟

آپ نے تمام مضمون میں صرف ایک ہی بات موضوعِ بحث کے متعلق لکھی ہے یعنی یہ کہ آپ نے اس بارے میں اربابِ علم سے مشورہ کیا ہے لیکن آپ نے کچھ نہیں بتلایا کہ کس بارے میں مشورہ کیا ہے۔ لذت والم کے غیر کافی ہونے میں یا حظ وکرب کی صحت میں؟ تاہم اگر یہ سچ ہے کہ ان حضرات نے حظ وکرب کو صحیح بتلایا ہے تو مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہو سکتا کہ ان سب نے غلطی کی ہے جس طرح میں خود بھی اپنے خیال میں غلطی پر ہو سکتا ہوں۔ آپ کم از کم اس امر کو صاف کر دیں کہ آپ کا یہ استفسار کس سوال پر مشتمل تھا؟ تاکہ اس سے جواب کا تعلق و مفہوم متعین ہو سکے۔

آپ نے بے فائدہ یہ لکھ کر اپنی طبیعت کو خوش کرنا چاہا کہ میرے علمی کمالات کا کوئی ثبوت نہیں، بھائی! معلوم نہیں کہ علم سے آپ کا مقصود کیا ہے؟ کہیں حظ وکرب اور اتہام و شرمناک کی طرح اس بارے میں بھی کوئی اختراعِ خاص نہ ہو۔ کیوں کہ اب آپ

ہ کے ہر لفظ کے متعلق شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں : خیر! کچھ بھی مقصود ہو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اپنے ترکشِ طنز و تشنیع کا سب سے زیادہ قیمتی تیر ایک ایسے نشانے کی فکر میں ضائع کیا۔ جہاں اس کے صرف کی بالکل ضرورت نہ تھی۔ میں نے آج تک کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ علم و فن کا میں ماہر ہوں۔ البتہ ان لوگوں کو شرمانا چاہیے جو آج چالیس سال سے علمی توقعات کا مرکز ہیں۔ جنھوں نے یورپ کی علمی زبانوں کی تحصیل کی ہے اور جو فی الحقیقت خدمتِ علم انجام دینے کے لیے تمام ملک میں صرف ایک ہی گروہ ہے: وہ اگر اپنے علمی کمالات کا ثبوت دینے میں مقصر رہے ہیں تو ان کے لیے افسوسناک ہے نہ کہ میرے لیے۔

آپ نے تلاش کا بھی لفظ لکھا ہے کہ " باوجود سعی و تلاش، علمی کمالات کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ لیکن یہ تلاش ویسی ہی تلاش تو نہ تھی جیسی آپ نے "حظ" کی تحقیق و جستجو میں حضرت غیاث اللغات اور علامہ پامر کی رہنمائی میں کیا تھی ؟ اگر ایسا ہے تو پھر صورت حال دوسری ہی ہو جاتی ہے۔

آخر میں آپ سے پھر کہوں گا کہ محض دوسرے کو ادعائی الزام دے دینے، غصے میں آکر روٹھ جانے، مخاطب کو جاہل کہہ دینے اور گالیوں کے دینے سے کسی بحث کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، آپ لکھنے پڑھنے کا کام کرنا چاہتے ہیں تو اپنی طبیعت کو بدلیے۔ اس مضمون کو آپ نے غیظ و غضب کے عالم میں لکھا ہے اس لیے قابلِ معافی ہے لیکن ایک علمی مذاق رکھنے والے شخص کو اس درجہ غصہ زیب نہیں دیتا۔ آپ نے میری تحریر کے متعلق نہایت افسوس ناک طریقے سے بلاقصد غلط بیانیاں کی ہیں اگر میں چاہوں تو زیادہ سخت الفاظ لغت میں مل سکتے ہیں لیکن پھر اس سے کیا حاصل۔ بحث و مباحثہ سے مقصود کسی لفظ کی تحقیق و صحت کا کشف ہے نہ کہ اور کچھ؟ میں نے اپنی تمام تحریر میں کوئی لفظ سخت نہیں لکھا اور بہتر تھا کہ آپ اس کا جواب دیتے۔ جواب کی جگہ آپ نے جو طریقہ اختیار کیا وہ میرے لیے بہت مایوسی پیدا کرتا ہے۔ تاہم میں ہنستا ہوں، اور ایسی نادانیوں کو ہنس کر ٹال دینا ہی بہتر ہے۔

رہا مسئلہ اصطلاحاتِ علمیہ تو آپ کی یاد دہانی کے لیے ضرورت نہ تھی۔ میں خود اب اس بحث کو آخر تک پہنچائے بغیر کب چھوڑنے والا ہوں، خواہ آپ اس سے بھی زیادہ غصے میں آکر بگڑتے رہیں۔ میں لکھتا ہوں گا تا آنکہ اصطلاحاتِ علمیہ کا مسئلہ ایک حد تک صاف نہ ہو جائے۔

"میں بہت خوش ہوں کہ گو آپ نے اپنا مضمون بازار کے کسی چبوترے پر سے شروع کیا۔ لیکن خاتمہ ناصحانہ انداز میں ہوا ہے۔ آپ نے محبتِ علم و عشقِ فن سے بے قرار ہو کر نصیحت کی ہے کہ "مذہب اور سیاست تو تیغِ خطابیات سے زخمی ہو چکے ہیں۔ اب علم پر رحم کیجیے۔"

"اللہ اللہ! آپ کو بھی مذہب کے زخمی ہونے کا درد ہے !!

اینکہ می بینم، بہ بیداریست یارب یا بہ خواب ؟

یہ ایک نہایت مسرت آنگیز خبر ہے تاہم مذہب و سیاست کی تو آپ چنداں فکر کریں نہیں، اس کی تو آپ حضرات کی خدماتِ حیات افزا سے تلافی ہو ہی گئی ہے اور ہو رہی ہے گی۔ رہا علم تو اللہ اس کے زخموں کو آپ کے دستِ مسیحائی سے مرہم پٹی مبارک کرے۔ البتہ اس تقسیم سے غریب "زبان" رہ گئی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ خوش قسمتی سے "فرہنگ آصفیہ اور غیاث اللغات، آپ کی میز پر موجود ہی ہیں۔ خدا اس خوش قسمتی سے ہمیشہ علم و ملت کو بہرہ ور اور شادکام فرمائے!

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

حیران ہوں کہ مذہب و سیاست کا لفظ کس آسانی سے آپ لوگ بول اٹھتے ہیں!
وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہلِ نظر گئی [1]

اس مضمون کے بعد یہ بحث آگے نہیں بڑھی۔ اخبار کے صفحات میں یہ معرکہ ختم ہو گیا۔ اگرچہ مولانا دریا بادی احباب کے حلقے میں مولانا آزاد کے خلاف مدت تک ایک محاذ بنائے

---

[1] الہلال، کلکتہ۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۷ تا ۱۹۔

رہے۔ اس کے باوجود مولانا آزاد کی جانب سے اخلاص ومحبت کے رویّے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ایک مدّت کے بعد جبکہ مولانا آزاد رانچی میں نظربند تھے۔ مولانا دریابادی کو اپنے رویّے پر سنجیدگی سے غور کرنے کا موقع ملا۔ تو انھیں اپنے رویّے کی غلطی کا احساس ہوگیا۔ چنانچہ ایک خط میں اپنے انھی جذبات صادقہ کا اظہار کیا، جس کے جواب میں مولانا آزاد لکھتے ہیں:

"آپ نے لکھا ہے کہ "تین چار برس ادھر شاید بعض غلط فہمیوں کی بنا پر دلوں کی صفائی میں زنگ آگیا تھا"۔ آپ نے دل کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے حالانکہ ہونا چاہیے تھا مفرد۔ میں آپ کو پوری سچائی کے ساتھ یقین دلاتا ہوں کہ میرے حافظے میں کوئی گذشتہ زمانہ ایسا موجود نہیں ہے جس میں آپ کی جانب سے میرا قلب زنگ آلود رہا ہو۔ دنیا میں باہمی علائق کے تکدّر کے مختلف اسباب ہوا کرتے ہیں، میں بالکل نہیں جانتا کہ اس قسم کا کون سبب پیدا ہوگیا تھا؟ کیا اس پورے زمانے میں آپ نے کوئی بات میری جانب سے دیکھی یا سُنی؟ میں نے تو جب کبھی کوئی بات مولانا شبلی مرحوم یا بعض دیگر حضرات سے نقلاً سنی تو خدا شاہد ہے کہ اس کا کوئی اثر اپنے قلب میں حسب عادت محسوس نہ کیا بلکہ اس کو کسی ایسے سبب پر مبنی خیال کیا جو مجھے معلوم نہیں۔ اس طرف سے جناب بالکل مطمئن رہیں۔ میں آپ کے جن اوصاف کا علماً یقین کرتا ہوں اور جو باعث نیازمندی ہو سکتے ہیں۔ جب تک ان میں تغیر نہ آئے میری نیازمندی متغیر نہیں ہوسکتی۔ ویسے تو الحمد للہ مجھ کو کوئی وجہ شکایت نہیں لیکن اگر ہوتی بھی تو انشاء اللہ آپ مجھ کو کبھی شاکی نہ پاتے۔

زمین عشق بہ کونین صلح کل کردیم
تو خصم باش و زما دوستی تماشا کن"[1]

اس سلسلہ بحث میں خصوصاً ان آخری سطروں میں مولانا آزاد نے اپنی سیرت بیان کر دی ہے۔ اسی طرح مولانا عبدالماجد دریابادی کی سیرت کا جو نقش ان مضامین میں ابھرتا

---

[1] تبرکات آزاد صفحہ ۹۸۔

ہے وہ درحقیقت ان کی پوری زندگی کا نقش ہے ۔ ان کا انتہا پسندانہ رویّہ جو زندگی کے تقریباً ہر معاملہ میں رہا ۔ وہ اپنی زندگی کے ایک دور میں الحاد میں بتلا رہے تھے، اس زمانے میں وہ خدا اور رسولؐ کے لیے تصنیف و تالیف کے عام نقطۂ نظر سے اور رسمی طور پر بھی تہذیبی و تعظیمی الفاظ و اندازِ تخاطب اختیار کرنے پر آمادہ نہ ہوئے، اور جب مذہب کی طرف آئے تو پھر اس میں بھی فکر و عمل کی کوئی معتدل و مستقیم راہ اختیار نہ کر سکے۔

یہ تمام باتیں بطور ایک تاریخی حقیقت کے بیان کیں ورنہ جہاں تک مولانا دریابادی کی عظمت کا تعلق ہے ہم ایک لمحے کے لیے بھی اس کے منکر نہیں، اسی طرح ان کا ادب اور احترام بھی ہم پر واجب ہے، ہمارا یہ مقام نہیں اور نہ ابوالکلام کی عقیدت ہی کا کوئی تقاضا ہے کہ ان کے ہم نشینوں کے خلاف زبانِ طعن دراز کریں یا ان پر نکتہ چینی کریں۔

حظ و کرب

مولانا عبدالماجد دریابادی کا ایک مضمون "مفرداتِ جذبات" کے سلسلے میں علم النفس کے ایک باب کے طور پر "حظ و کرب" کے موضوع پر ۱۸ جون اور ۲۵ جون ۱۹۱۳ء کو الہلال میں دو قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ مولانا آزاد کا یہ نوٹ مضمون کی دوسری قسط کے ساتھ شامل کیا گیا تھا۔ اور انہی معروضات پر بحث کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔

الہلال ۔ یہ مضمون کتاب کا ایک ٹکڑا ہے، اور امید ہے کہ اس کے دیگر ابواب بھی شائع ہوں، مسٹر عبدالماجد ان معدودے چند تعلیم یافتہ ارباب علم میں سے ہیں، جن کو تصنیف و تالیف اور تراجم علمیہ سے ذوق ہے۔ ان ابواب کی اشاعت سے ان کا مقصود یہ ہے کہ طرزِ تحریر اور اسلوبِ بیان کے متعلق اگر اربابِ علم مشورہ دے سکیں، تو قبل از اشاعتِ کتاب اس سے فائدہ اٹھائیں، مگر مجھے اس میں شک ہے کہ لوگ اس طرح کے مضامین کو غور سے پڑھنے اور رائے دینے کی زحمت گوارا کریں گے۔

بالفعل صرف ایک امر کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے، مضمون میں جابجا "حسِ لذت والم" کو "حظ و کرب" سے تعبیر کیا ہے۔ اور اسی کو بہ صورتِ اصطلاح عنوان میں بھی جگہ دی ہے۔ لیکن اس کے لیے "لذت والم" ہی کے الفاظ زیادہ موزوں اور صحیح تھے۔

اول تو حظ کے معنی لذت کے نہیں، بلکہ حصے کے ہیں۔ (الحظ: النصیب، جمعہ، حظوظ) البتہ اردو اور شاید فارسی میں لذت کے لیے بولتے ہیں، لیکن باعتبارِ لغت غلط ہے، اور عربی میں تو اس معنی کا کہیں پتہ نہیں۔

پھر جب "لذت" کا ایک لفظ پیشتر سے اس کے لیے موجود ہے، اور عربی میں ٹھیک ٹھیک اُسی مفہوم کو ادا کرتا ہے، جو مباحثِ علم النفس میں آپ کا مقصود ہے، تو دوسرا لفظ کیوں تلاش کیا جائے؟

اردو میں "لذّت" کا لفظ اپنے اصلی معنی سے ہٹ گیا ہے، اور مختلف موقعوں پر بولا جاتا ہے، لیکن عربی میں یہ ہمیشہ "الم" کے مقابلے میں لایا جاتا ہے، اور لغت میں اس کی تعریف "نقیض الالم" ہے۔

"کرب" اور "الَم" میں بھی فرق ہے۔ کرب صرف "حُزن" کے معنوں میں آتا ہے لیکن "الم" میں اس سے زیادہ وسعت اور تعمیم ہے۔

(۲۵ر جون ۱۹۱۳ء)

"حظ وکرب" یا "لذت و الم"

(مسٹر عبدالماجد بی۔اے۔ از لکھنؤ)

الہلال مورخہ ۲۵۔جون کے صفحہ ۲۴۴۔پر میرے مضمون کے آخر میں آپ نے جو نوٹ دیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بجائے "حظ وکرب" کے "لذت و الم" کے الفاظ بہتر ہیں۔

اس تنبیہ کا شکریہ۔لیکن غالباً جناب نے اس پر خیال نہیں فرمایا کہ میرے مجوزہ الفاظ کن انگریزی اصطلاحات کے بجائے استعمال کیے گئے تھے؟ انگریزی میں "حظ" کے لیے لفظ "Pleasure" ہے، جس کے اصلی و ابتدائی معنی انگریزی کتب لغت میں "Gratification of the Senses" ہیں یعنی حواس ظاہری کو آرام پہنچنا۔ اسی طرح "کرب" جس لفظ کا قائم مقام ہے، وہ یہ ہے "Pain" جس کے اصلی و ابتدائی معنی ہیں: "Uneasy Sensation or ACTS in Animal Bodies" یعنی اجسام حیوانی میں ناگوار کیفیت یا درد۔ اس تصریح سے معلوم ہوا ہوگا کہ "Pain" اور "PLeasure" اپنے اصلی و ابتدائی معنی میں صرف مادی و جسمی کیفیات کا مفہوم ادا کرنے کے لیے وضع کیے گئے تھے، گو رفتہ رفتہ مجازاً ان کا اطلاق خالص نفسی کیفیات (ناگواری و خوشگواری) پر بھی ہونے لگا۔ اس بنا پر ان کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے اس امر کا خصوصیت کے ساتھ لحاظ رکھنا چاہیے کہ اردو الفاظ کی دلالت جسمی کیفیات پر ابتداءً و براہ راست ہو، اور نفسی کیفیات پر ضمناً و بالواسطہ۔

پس اس اہم نقطۂ خیال سے، یعنی "Pleasure" اور "Pain" کا صحیح مفہوم ادا کرنے کے لحاظ سے، میرے نزدیک "حظ و کرب" بہ مقابلہ "لذت والم" کے (جن میں بہ نسبت جسمی کے، نفسی انبساط وانقباض کا مفہوم زیادہ پایا جاتا ہے) بہتر اور لائق ترجیح ہیں۔

پھر جب اردو محاورہ میں "کرب" بہ معنی بے آرامی، درد، اندوہ، والم، اور "حظ" بہ معنی خوشی، انبساط، لطف، حلاوت، کے عام طور پر مستعمل ہوتا ہے، (اور جس کی سند علاوہ اُردو کتب لغت، مثلاً فرہنگ آصفیہ کے، اشعار سے بھی ملتی ہے) تو کم از کم میری رائے ناقص میں یہ سوال کسی قدر غیر متعلق ہے کہ عربی لغات میں حظ کے معنی صرف "حصہ" کے ہیں۔

امید کہ سطور بالا الہلال میں درج کر کے مجھے ممنون فرمائیے گا۔

(۱۶ جولائی ۱۹۱۳ء، ص ۱۹)

حظ و کرب

مسٹر عبد الماجد بی۔ اے کا خط کمپوز ہو چکا تھا، اور چند سطریں اس کے متعلق پروف پر لکھ دینے کا خیال تھا کہ میں منسوری چلا آیا، اور وہ بغیر جواب نکل گیا۔

اصطلاحات علمیہ کے وضع و تراجم کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ میں عنقریب اس پر ایک مستقل مضمون لکھوں گا۔

مسٹر موصوف صحیح قائم مقام الفاظ کی تلاش میں حق بجانب ہیں، لیکن غالباً اس کے لیے صحت کی ضرورت نہیں سمجھتے، میرا خیال دنیا کے عام خیال کے مطابق یہ ہے کہ کسی لفظ کا اس کے صحیح معنوں ہی میں استعمال ہونا چاہیے۔

میں سمجھتا ہوں کہ صحت الفاظ کا لحاظ رکھنے کی غلطی میری طرح ہمیشہ سے ہر زبان کے جاننے والے کرتے آئے ہیں۔

انھوں نے لکھا ہے کہ اصل انگریزی اصطلاحات کے لیے "لذت و الم" کافی نہیں، اور اس کے وجوہ لکھے ہیں۔ لیکن میں انھیں یقین دلاتا ہوں کہ عربی زبان و علوم میں "لذت و الم" بعینہٖ اُسی پہلو کو ادا کرتا ہوا مستعمل ہے، جس کے وہ متلاشی ہیں، اگر وہ عربی میں فلسفہ و کلام کے معمولی مباحث پر نظر ڈالیں تو ان پر واضح ہو جائیگا۔

رہا "حظ" کا لفظ، تو قطع نظر اس کے کہ وہ لذت سے زیادہ اداء مفہوم کے لیے مفید ہے بھی یا نہیں؟ سب سے پہلی بحث یہ ہے کہ جس معنی کے لیے جو لفظ سرے سے غلط ہی ہو، اس کے لیے چنیں و چناں کا موقع ہی کب باقی رہتا ہے؟ میں نے اپنے نوٹ میں اختلاف کی قوت کو احتیاطاً و بخیال حفظ آداب تحریر، کسی قدر ضعیف کر دیا تھا، اور عمداً لکھ دیا تھا کہ:

"اردو اور شاید فارسی میں غلطی سے حظ بمعنی لذت بولا جاتا ہے"

لیکن اب میں مسٹر موصوف کو یقین دلاتا ہوں کہ فارسی میں بھی کوئی پڑھا لکھا آدمی "حظ" کو "لذت" کے معنی میں بولنے کی افسوس ناک غلطی نہیں کرسکتا۔ حظ فارسی میں بھی ہمیشہ حصّہ اور نصیب کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ غالب :

دگر زایمنی راہ وقرب کعبہ چہ "حظ"
مرا کہ ناقہ ز رفتار ماند و پا خفتست

رہا اردو میں بولنا، تو مسٹر موصوف مثنوی زہر عشق یا فریاد داغ نہیں لکھ رہے ہیں، بلکہ علم النفس کی ایک کتاب کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ اگر عوام وجہلا حظ کو لذت کے معنی میں بولتے ہیں، اور ان کے تتبع میں گاہ گاہ پڑھے لکھے آدمیوں کی زبان سے بھی "محظوظ" نکل جاتا ہے، تو کسی علمی تحریر کے لیے اس کی سند نہیں ہوسکتی۔

فرہنگ آصفیہ کا حوالہ دینے پر افسوس کرتا ہوں، اور کیا عرض کروں۔ لوگوں نے غلط العام اور غلط عوام کی تفریق کی ہے۔ اس کے لحاظ سے بھی دیکھیے تو حظ اس معنی میں محض عوام کی غلطی ہے۔

یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ اردو اور فارسی اپنے علمی لٹریچر میں محض لغت عربی کے تابع ہیں، کوئی مستقل زبان نہیں رکھتے۔ پس عام بول چال اور محاورہ کی سند اشعار میں معتبر ہے، نہ کہ اردو کی ادبیات علمیہ میں۔

وضع اصطلاحات کا معاملہ بہت اہم ہے، لیکن اس قدر مشکل نہیں، جس درجہ آج کل کے اہل قلم سمجھتے ہیں، اور علی الخصوص فلسفہ میں، بہتر سے بہتر صحیح عربی الفاظ مل سکتے ہیں، بشرطیکہ تلاش کیے جائیں۔

آخر میں پھر اپنے عزیز دوست کو مطمئن کر دیتا ہوں کہ ان کے مقصود کے لیے "لذت والم" بہتر سے موجود اور بہمہ وجوہ کافی و اکمل ہے۔ حظ و کرب وغیرہ میں پریشان نہ ہوں۔ جسمی ونفسی کیفیات کے وضع وضمن کا پورا مفہوم اسی سے ادا ہو سکتا ہے۔

(۶؍اگست ۱۹۱۲ء، ص ۲)

"حظ وکرب" یا "لذت والم"

(۱)

(مسٹر عبدالماجد بی - اے - از لکھنؤ)

۶راگست کے پرچہ میں جناب نے پھر حظ وکرب کے مسئلہ کو چھیڑا ہے، اور اس سلسلہ میں وضع اصطلاحات علمیہ کے متعلق کچھ عام مواعظ بھی ارشاد فرمائے ہیں جو باعث صد مشکوری ہیں۔ یہ شاید عام دستور ہے کہ مدعی کو آخری جواب کا حق حاصل ہوتا ہے، پس اگر میں اس عام قاعدہ سے فائدہ اٹھا کر جناب کے ارشادات کے متعلق دوبارہ کچھ گزارش کروں تو غالباً اپنے حدود سے تجاوز کرنے کا مجرم نہ قرار پاؤں گا۔

میں جواب و جواب الجواب کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ قائم کر کے اس مسئلہ کی مناظرانہ حیثیت نہیں پیدا کرنی چاہتا، تاہم چونکہ میرے نزدیک ایک علمی سوال کے حل کرنے میں جناب کو بعض غلط فہمیاں ہو رہی ہیں، میں ان کا اظہار اپنے اوپر فرض جانتا ہوں، علی الخصوص اس حالت میں کہ اس کا تعلق براہ راست مجھ سے بھی ہے۔

جناب کا یہ ارشاد نہایت ہی صحیح، اور ایک ناقابل انکار حقیقت پر مبنی ہے کہ میں مثنوی زہر عشق یا فریاد داغ نہیں لکھ رہا ہوں۔ لیکن غالباً بے جا نہ ہو، اگر میں بھی ایک مساوی درجہ کا مبنی علی الحقیقت دعوی جناب کے گوش گزار کر دوں، اور وہ یہ ہے کہ میں عربی میں نہیں بلکہ اردو میں کتاب لکھ رہا ہوں، اور اس لیے مجھے یہ بار بار یاد دلانا کہ "عربی زبان و علوم میں لذت والم بعینہ اُسی پہلو کو ادا کرتا ہوا مستعمل ہے، جس کا میں متلاشی ہوں"۔ مجھے ایک قطعی غیر متعلق بحث چھیڑ دینے کی ترغیب

دیتا ہے۔

سوال یہ، اور صرف یہ ہے، کہ (Pleasure) اور (Pain) کا صحیح تر مفہوم اُردو میں کون سے الفاظ ادا کرتے ہیں؟ جناب کا ارشاد ہے کہ لذت و الم۔ اور میرا خیال ہے کہ حظ و کرب، آپ اپنے دعویٰ پر عربی لغت سے حجت لاتے ہیں، اور میں اپنی تائید میں اردو محاورہ ولغت کو پیش کرتا ہوں۔ آپ اردو لغات سے استشہاد کرنے پر اظہار افسوس کرتے ہیں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ افسوسناک یہ امر ہے کہ خود اردو بولنے والوں کو اردو الفاظ کی تحقیق کے لیے عربی لغات کی جانب رجوع کرنا پڑے۔ آپ حیرت سے فرمائیں گے، کہ حظ و کرب تو خاص عربی الفاظ ہیں انھیں اردو کہنا کیوں کر جائز ہے؟ لیکن عرض یہ ہے کہ جس وقت وہ اردو عبارت میں استعمال کیے جارہے ہیں، وہ یقیناً اردو ہیں۔ ورنہ اگر آپ کے اس اصول کو وسعت دی جائے، کہ ہر اردو لفظ کی تحقیق، اُس زبان کے لغت سے کرنی چاہیے، جس سے وہ آیا ہے، تو اردو کے پاس باقی ہی کیا رہ جاتا ہے؟

اصل مسئلہ ختم ہوگیا، رہا یہ سوال کہ اہل فارس، لذت وحظ کو مرادف سمجھتے ہیں یا نہیں؟ تو مجھے اس بحث سے اس موقع پر کوئی واسطہ نہیں، اس لیے کہ میں پھر یاد دلاتا ہوں کہ میری کتاب جس طرح عربی میں نہیں، اسی طرح فارسی میں بھی نہیں، لیکن چونکہ جناب اسی پہلو پر خصوصیت کے ساتھ زور دے رہے ہیں، یہاں تک کہ جناب کو محض اسی کے واسطے اپنے پہلے دعوی میں، جو (بہ قول جناب ہی کے) احتیاطاً اور حفظ آداب تحریر پر مبنی تھا، ترمیم کرنا پڑی ہے، اس لیے مجھے بھی مجبوراً کچھ عرض کرنا پڑتا ہے۔ جناب ایک ایسے لہجہ میں، جو بہ ظاہر تنقید و تنقیح سے ارفع معلوم ہوتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

"اب میں مسٹر موصوف کو یقین دلاتا ہوں، کہ فارسی میں کبھی کوئی پڑھا لکھا آدمی حظ کو لذت، کے معنی میں بولنے کی افسوسناک غلطی نہیں کرسکتا۔ حظ فارسی میں بھی ہمیشہ حصّہ اور نصیب کے معنی میں بولا جاتا ہے۔"

اور اس کے ثبوت میں غالب کا ایک شعر پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں جس میں حظ کو حصّہ کے معنے میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے قطع نظر کرکے، کہ منطقی حیثیت سے یہ دلیل آپ کے دعوے کے لیے کہاں تک مفید ہے، مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ واقعات اس قطعی اور غیر مفید فیصلہ کی تائید نہیں کرتے۔ افسوس ہے کہ بہارِ عجم وغیرہ اس وقت سامنے موجود نہیں، ورنہ غالباً بہ قید صفحہ وسطر میں یہ بتا سکتا، کہ فارسی کے متعدد لغت نویسوں نے حظ کو لذت ومسرت کے معنے میں استعمال کرنے کی "افسوسناک غلطی" کی ہے۔ خوش قسمتی سے غیاث البتہ میز پر موجود ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے :

"حظ بہرہ ونصیب ودر بہارِ عجم نوشتہ کہ فارسیاں بہ معنے خوشی و خرمی استعمال کنند۔" (صفحہ ۱۷۴ مطبوعۂ کانپور)

اس سے بڑھ کر یہ کہ مستشرقین یورپ کے فارسی لغات جس قدر میری نظر سے گزرے ہیں، اُن سب میں حظ کے معنے یا تو صرف "مسرت" کے دیے ہیں، اور یا اُس کے یہ معنی، منجملہ دیگر معانی کے تحریر کیے ہیں، لیکن ایسا کوئی لغت نہیں گزرا، جس میں حظ اور لذت کو مرادف قرار دینے کی افسوسناک غلطی نہ کی گئی ہو۔ آپ کی تشفی کی غرض سے میں چند لغات کی اصل عبارتیں درج ذیل کرتا ہوں، اور اگر ضرورت ہوئی، تو اس سے زائد شواہد حاضر کرنے کو تیار ہوں۔ پروفیسر پامر، جو کیمبرج یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر ہیں، اپنے مختصر فارسی، انگریزی لغت میں لکھتے ہیں :

"حظ (Hazz). Pleasure; Delight.

حظ کردن To enjoy:

(Concise Persian Dictionary. P. 199-200)

یعنی، حظ، بہ معنی لذت ومسرت اور، حظ کردن، بہ معنی لطف اٹھانا۔

ڈاکٹر ویلکنس، جن کا فارسی، عربی لغت، رچرڈسن کے مشہور ومستند لغت سے ماخوذ ہے، لکھتے ہیں :

(Hazz). Happiness

(Wilkin's persian arabic and english vocubulary. P. 226.)

اس میں مَیں نے اقتباس نہیں کیا، بلکہ اس نے حظ کے معنی، صرف، "مسرت"
کے دیے ہیں۔

مشہور محقق، ڈاکٹر اسٹین گاس، اپنے مبسوط لغت میں فرماتے ہیں :

"حظ (Hazz). Being blessed with prosperity, good fortunes;
happiness; pleasure; delight. flavour; taste; a part; portion.

حظ فانی The fading pleasure; حظ نفسانی Sensnal pleasure"

حظ کردن to enjoy;

(Stringass's Persian and English Dictionary, p. 423)

"یعنی حظ، کے معنی ہیں جایداد و دولت سے خوش بخت ہونا، . . . مسرت، لذت، انبساط، ذائقہ، مزہ، حصہ، ٹکڑا وغیرہ، حظ فانی، یعنی فنا ہونے والے لذات۔ حظ کردن، یعنی لطف اٹھانا۔ حظ نفسانی، یعنی لذاتِ حسی۔"

غور فرمایے کہ یہ اہل لغت، نہ صرف "حظ" کو لذت کے معنے، میں استعمال کرتے ہیں، بلکہ اس سے جتنے تراکیب پیدا کرتے ہیں، (حظ فانی، حظ نفسانی، حظ کردن، وغیرہ) اُن سب میں بھی حظ کے معنی لذت اور صرف لذت کے لیتے ہیں۔

آخر میں یہ کہنا باقی رہ گیا ہے، کہ میں ایک مدت کی سعی و تلاش کے بعد، جو اگرچہ یقیناً محدود تھی، مگر شاید ناقابل لحاظ نہ تھی، اس نتیجہ پر پہنچا تھا، کہ مسلمانوں نے اصنافِ فلسفہ میں سے صرف دو چیزوں کو ہاتھ لگایا تھا، الہیات اور منطق قیاس، اور اس لیے فلسفہ کی جدید شاخوں مثلاً منطق استقراء نفسیات (Psychology)، علمیات (Epistemology)، جمالیات (Aesthetics) اور اخلاقیات (Ethics) وغیرہ، کے متعلق عربی زبان میں مواد موجود نہیں، لیکن آج مجھ سے اپنے جدید معنی میں یہ باور کرنے کے لیے، کہا جاتا ہے کہ :

"فلسفہ میں بہتر سے بہتر صحیح عربی الفاظ مل سکتے ہیں، بہ شرطیکہ تلاش کیے

جائیں ؛

یہ دعویٰ میرے لیے جس قدر حیرت انگیز ہے، اس سے زیادہ مسرت انگیز ہے، بہ شرطیکہ، اس کی تائید واقعات کی زبان سے ہو، اور اگر الہلال کی کوششوں سے اس سخت غلط فہمی کا پردہ میرے اور مجھ جیسے صدہا ناواقفوں کے سامنے سے اٹھ جائے تو بلاشبہ یہ اس کی ایک قابل لحاظ علمی خدمت ہوگی۔

---

(۲)

جناب خان بہادر سید اکبر حسین صاحب

جناب والا! حظ و کرب اور لذت والم کے مقدمہ میں اگر میری گواہی کچھ وقعت رکھتی ہو تو آپ اپنا گواہ مجھ کو قرار دے سکتے ہیں، اگرچہ مجھ کو شبہ ہے، راحت والم کہوں یا لذت والم؟ مسٹر عبدالماجد صاحب سے چند روز ہوئے الہ آباد میں مجھے ملنے کا شرف حاصل ہوا تھا، اور میں نے اُن سے درخواست کی تھی کہ تحریر مضامین فلسفہ کے لیے ایک فرہنگ کی ضرورت ہے۔ انھوں نے کچھ مشکلات بیان کی تھیں، اور اُن کا فرمانا بجا تھا۔ درحقیقت بڑا کام ہوگا اگر مسٹر ممدوح ایک مجموعہ الفاظ یک جا کرلیں، اور مغربی خیالات کو اُردو میں لکھنے میں مدد ملے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ الفاظ حظ و کرب یا لذت والم کن انگریزی لفظوں کے مقابلے میں تحریر کیے جاتے ہیں۔ غالباً پین اینڈ پلیثرز۔ مسٹر ماجد علی صاحب کا ایڈریس ارشاد ہو تو ارادہ ہے کہ اُن سے مراسلت کروں۔

---

(۳)

(خدا بندہ[1] - از جونپوری)

الہلال مورخہ ٦ / اگست ۱۹۱۲ئہ ، اور شاید اس سے قبل کے دو مختلف و متفاوت الاوقات نمبروں میں "حظ و کرب" کی ایک دل آویز ادبی بحث شائع ہو چکی ہے ، اس دائرے میں میرا نقطہ نظر یہ ہے :

(۱) عربی و فارسی میں فی الواقع "حظ" کا صحیح استعمال "لذت" و "راحت" کے لیے نہیں ہوا ، اور نہ ہو سکتا ہے ، اُردو میں بے شبہ یہ استعمال آج کل مروج ہے ، لیکن اساتذہ لغت کا ہنوز اس پر اجماع نہیں ، پھر کیا ضرور ہے کہ علمی اصطلاح کی ترجمانی کے لیے زبان میں جب ایک صحیح لفظ موجود ہے تو اُس پر غیر صحیح کو ترجیح دی جائے ؟

(۲) افسوس ہے کہ فارسی زبان کا کوئی معتمد و قابل استناد لغت نہ مرتب ہوا ، اور نہ موجود ہے ، ایک "شرفنامہ" تھا ، مگر اب تک شائع ہی نہیں ہوا ، رشیدی ، جہانگیری ، برھان ، مؤید الفضلا ، اس فن کی متداول کتابیں ہیں ، ان کی یہ حالت ہے کہ مشاہیر شعرا کے کلام سے لغت کا استقرا کرنے میں کنایات و استعارات و تشبیہات کو بھی لغت سمجھ لیتے ہیں ، بلکہ بعض اوقات نسق کلام کے خصوصیات کا ایک جداگانہ لغت فرض کر لیتے ہیں ، اہل زبان آج کل کے "تولیے" کے مفہوم کو "آبچین" سے ادا کرتے تھے ، اس معنے میں عمومیت تھی ، اس میں کوئی تخصیص نہ تھی ، لغت آفرینوں کو شاہ نامۂ فردوسی میں یہ مصرع مل گیا کہ :

ندارم بہ مرگ آبچین و کفن

موقع و محل کے سیاق نے ان کو مجبور کیا کہ اظہار تنوع کے لیے ایک مستقل لغت قائم کر دیں ، آبچین کے معنے اب اُس خاص تولیے کے لیے گئے جس سے میت کو غسل دینے کے بعد لاش کو پونچھتے ہیں ، غرض کہ ایسے ایسے بکثرت نشتر گربہ ، موجود ہیں جن

---

[1] مولانا عبد اللہ عمادی کبھی اخفا کی غرض سے عبد اللہ کا ترجمہ "خدا بندہ" استعمال کیا کرتے تھے ۔

پر نظر پڑنے کے بعد اس قسم کی کتابوں سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

(۳) اس گروہ کے بعد ایک اصطلاح آفریں گروہ پیدا ہوا، جس کے سرخیل ایک ہندو کایستھ (لالہ ٹیک چند مولف بہار عجم) اور ایک مسلمان افغان (خان آرزو مولف سراج اللغت) تھے، ان بزرگوں کی وسعت نظر اور تتبع غریب کی یہ کیفیت ہے کہ "بنگالا" کا ایک لغت قائم کرتے ہیں اور پھر "بنگالہ" سے تطبیق دینے کے لیے اخذ ورد کرتے ہیں، ایک ایرانی شاعر نے ایک ستم ظریفی کے موقعہ پر کہا تھا: بہ از رانیاں ہندوستاں، اس کا دوسرا مصرع نہایت سخیف تھا، اس میں ہندی زبان کے ایک فحش لفظ کو کسی قدر غلطی کے ساتھ نظم کیا تھا، لغویین نے یہ تو اعتراض کر دیا کہ ایرانی ہو کر ہندوستان کی صحیح زبان سے واقف نہیں، مگر یہ کسی نے نہ کہا کہ مسلمان ہو کر شاعری کی لطافت وطہارت کو فحشاء و منکر سے آلودہ و ملوث کر رہا ہے، صائب کا شعر ہے:

نشاط عمر ملاقات دوستداران است

چہ حظ برد خضر از عمر جاوداں تنہا؟

میرے پاس دیوان صائب خود مصنف کے عہد کا موجود ہے اور اس میں یہ شعر یوں ہی مذکور ہے، از روی فن بھی اس کی تائید ہوتی ہے، لیکن اتفاق سے ان بزرگوں کو جو نسخہ ملا اس میں شعر یوں تھا:

نشاط عمر ملاقات دوستداران است

چہ حظ کند خضر از عمر جاوداں تنہا؟

مفہوم تبدیل ہونے کے لیے اتنی تبدیلی کافی تھی، حظ کے معنے لذت وراحت کے بن گئے۔

(۴) سب سے آخری جماعت فرہنگ اندراج کے ہم صفیروں کی ہے۔ جن کی تخلیق کا مادہ زیادہ تر نولکشور پریس نے بہم پہنچایا تھا، اس جماعت کے امام ملا غیاث الدین رامپوری (مولف غیاث اللغات) تھے، جن کے تبحر کا یہ عالم ہے کہ "سفطہ" کو "سقطہ" فصل القاف میں لکھتے ہیں "فوارہ" کو "پھوارا" کا معرب

بتاتے ہیں "نگ"، کو فارسی سمجھ کر "نگین" کا مخفف کہتے ہیں، ونحو ذلک، عہد جدید کی ایرانی تالیف "فرہنگ انجمن آرای ناصری"، گو تحقیق سے لکھی گئی، مگر اس کا ماخذ بھی زیادہ تر رشیدی وغیرہ ہیں، ظاہر ہے کہ فن لغت میں ایسی کتابوں کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؟

(۵) ایک نیا لغت نویس فرقہ مستشرقین فرنگ کا پیدا ہو گیا ہے جن میں دو عجیب اضداد مجتمع ہیں:

(الف) یہ فرقہ اتباع و تقلید سے ایک قدم آگے نہیں بڑھتا، حتیٰ کہ اغلاط میں بھی اس کا طرز عمل تقلید کو فرض سمجھتا ہے۔

(ب) یہ فرقہ اتباع و تقلید کو نہایت مذموم سمجھتا ہے، خود اجتہاد کرتا ہے، مگر اس اجتہاد سے جو بات پیدا ہوتی ہے وہ بسا اوقات مغربی ہو تو ہو مگر مشرقی تو کسی طرح نہیں ہو سکتی۔

اس فرقے کے شغف علمی وسعی تحقیق و نشر علوم و آثار کا میں جس قدر احسان مند ہوں اُسی قدر اس کی بے معنے بلند پروازیاں اذیت دیتی ہیں، جن کی مفصل تشریح بشرط فرصت ایک جداگانہ مضمون میں کروں گا۔

(۶) آپ کا یہ بیان شاید زیادہ مبالغہ آمیز نہ ہوگا کہ تلاش کرنے سے جدید ترین علوم و فنون کی اُن اصطلاحوں کے لیے بھی جن کا مفہوم بالکل ہی نیا ہے، عربی زبان میں بہت سے الفاظ مل سکتے ہیں، میں اس ذیل میں فرانسیسی زبان کے بعض علمی مصطلحات کو بطور نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں، جو اپنی تکوین کے ساتھ ہی عربی لباس میں آئے ہیں، مثلاً:

(۱) ثروت — PATRIMOINE:

(۲) اشیائے مثالی و قیمتی — CHOSES FONEGIBLES & CH. NON FONIGBLES:

(۳) حق مسیل — SERVITUDE D'AQUEDUC & SERV. D'ECOULEMENT DES EAUX:

(۴) ید	SSESSION OCCUPATION
(۵) استیلاء	OCCUP ON APPR RIAT
(۶) التصاق	ACCESSION
(۷) موجبہ وسالبہ	PRESC. E CTIVE, PRESCRIPTION ACQUISITIVE:
(۸) حکمی	INTERRUPTION CIVILE—CIVILE:
(۹) استرجاع	ACTION PAULIENNE:
(۱۰) استصناع	LOUAGE D'INDUSTRIE:
(۱۱) ودیع	DEPOSITAIRE:
(۱۲) ودیعۂ ناقصہ	DEPOT IRREGULIER:
(۱۳) ودیعۂ جاریہ	DEPOT D'HOTELLERIE:
(۱۴) حیازت	GAGE:

(۲۰ / اگست ۱۹۱۴ء)

الفتنة اللغویۃ

"حظ وکرب" یا "لذت والم"

از: الھلال

(۱)

وَ مَا لَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ (۲۰ : ۵۲)	اس بارے میں ان کے پاس کوئی علم اور ذریعۂ تحقیق و یقین نہیں۔ محض اپنے گمان پر چل رہے ہیں، اور راہِ ظن و تخمین کا یہ حال ہے کہ وہ حقیقت و علم کے سامنے کچھ بکار آمد نہیں!

جمع اضداد کی لوگوں نے عجیب عجیب مثالیں دی ہیں۔ ایک زمانے میں مسیح رکنا کاشی
، اس مصرعے پر تمام اساتذۂ عجم نے طبع آزمائیاں کی تھیں:

روے دریا سلسبیل و قعرِ دریا آتش ست!

خیالستان شعر کے افسانے تھے، مگر میں واقعی مثالیں دے سکتا ہوں۔ میرے
منے مسلمانوں کا نیا تعلیم یافتہ فرقہ ہے۔

یورپ کی ترقیات نے عجائب و غرائب کو واقعات بنا دیا ہے۔ ضرور تھا کہ اس
صیبتِ عجیبہ کا اثر اس کے پیرؤں میں بھی کرشمہ سازِ عجائب ہوتا کہ یہ بھی اسی آفتاب
رۂ فضل و علو کے ذرے، اور اسی شجرِ کمال و رفعت کے برگ و بار ہیں:

گرچہ خوردیم، نسبتی ست بزرگ
ذرۂ آفتاب تابانیم

ایک مرتبہ میں نے انھیں صفحات پر اس فرقے کے "جہل و علم" کے اجتما نقیضین پر مرثیہ خوانی کی تھی۔ احباب کرام کو یاد ہوگا۔ آج "تقلید واجتہاد" کے اجتما ضدین پر متحیر ہوں کہ اِنَّ ھٰذَا لَشَیٔءٌ عُجَاب !

ہمارے تعلیم یافتہ دوستوں کا کچھ عجیب حال ہے ان کے پاؤں کو دیکھیے تو یورپ کی نافہمانہ و کورانہ تقلید و عبودیتِ فکر کی زنجیریں لپٹی نظر آتی ہیں، مگر چہرے کی طرف نظر اٹھائیے تو زبان کو ادعاء اجتہاد سے فرصت نہیں! اس سے بڑھ کر دنیا میں جمع اضداد کا اور کونسا تماشا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص آپ کے سامنے آئے، اور عین اُس وقت جب کہ اس کے پاؤں میں تقلید و استعباد کی زنجیریں پازیب کی طرح صدا دے رہی ہوں، اجتہادِ فکر اور حریتِ رائے پر بے تکان لیکچر دینا شروع کر دے!!

ہمارے دوستوں کا بھی یہی حال ہے۔ ان کا سرمایۂ علم و دانش یورپ کی اُمی و سطحی تقلید سے زیادہ اور کچھ نہیں، تاہم جن چیزوں میں وہ اپنے ائمۂ ھدیٰ کی تقلید کرنا چاہتے ہیں اُنھی میں اولین شئے اجتہاد تھی اور ضرور تھا کہ اس تقلیدِ مجتہدانہ کا سفر اسی منزل سے شروع ہوتا۔ قینچی ہاتھ میں ہو تو خواہ مخواہ جی چاہنے لگتا ہے کہ کسی چیز کو تراشیے۔ اس اجتہاد کی قینچی ہمارے چابک دست دوستوں کے ہاتھ آگئی تو بیکار بیٹھا نہ گیا۔ یورپ کے علم و عمل کے سررشتوں پر تو کیا چلتی کہ وہیں کے کارخانے کی بنی ہوئی تھی۔ پس اپنے یہاں کی جو چیز سامنے آگئی، وہی بلا تامل آلۂ مشق بنی۔ پھر اس کی روانی بے پناہ، اور اس کی کاٹ بے روک تھی!

سب سے پہلے مشرقی علوم و فنون، تہذیب و تمدن، اور اخلاق و آداب قومی سے اس کی آزمایش شروع ہوئی، اور تھوڑے ہی دیر میں سینکڑوں برسوں کے صفحات و اوراقِ قدیمہ پرزے پرزے تھے۔

پھر غریب مذہب کی باری آئی۔ یہ کپڑا دبیز تھا، اس لیے مقراضِ اجتہاد کی روانی بھی

تیز و شدید تھی، پھر اس کا بھی وہی حشر ہوا، جو پہلی آزمائش کا ہو چکا تھا، اور جو کچھ باقی رہ گیا ہے، نہیں معلوم اور کتنی گھڑیوں کا مہمان ہے؟

کچھ دنوں سے یہ قینچی زنگ آلودسی ہو گئی تھی، مگر میں ڈرتا ہوں کہ اب ایک نئی آزمائش شاید شروع ہونے والی ہے، اور مذہب و علم کے بعد "زبان" کا میدان جولانگاہ اجتہاد بننے والا ہے۔

ایک نیا فتنہ، لغویہ!

تمہید کی ان چند سطروں میں جو اشارات کیے گئے، یہ حالت عام تعلیم یافتہ فرقے اور ان کے بعض صنادید و ائمہ طریقت کی ہے، لیکن آج کل کے نوجوان تعلیم یافتہ اصحاب میں بعض اشخاص یقیناً ایسے بھی ہیں، جن کو اس عام حالت میں حقِ امتیاز و استثنا حاصل ہے، اور ہماری عام مایوسیوں میں وہ اپنے اندر ایک نمایاں نشان امید رکھتے ہیں۔

میں ان کی وقعت کرتا ہوں اور میری بہترین خواہش یہ ہے کہ ان کے ذریعے قوم کی وہ نامراد امیدیں زندہ ہو سکیں، جو ۴۰ سال سے نئی تعلیم کے ساتھ وابستہ رہی ہیں اور مایوسی کے سوا انھیں کچھ نصیب نہیں ہوا ہے۔ اس طبقہ کی اُس تعجب انگیز خصوصیت سے بھی، جو میرے لیے "جہل و علم" کے اجتماع نقیضین کی صورت میں ہمیشہ درد انگیز رہی ہے، الحمد للہ کہ یہ نفوس معدودہ و قلیلہ مستثنیٰ ہیں، اور مطالعہ علوم و ذوقِ تصنیف و تالیف سے ناآشنا نہیں۔

انھیں چند لوگوں میں میرے عزیز دوست مسٹر "عبدالماجد" بی۔ اے بھی ہیں۔ مجھ کو یقین ہے کہ ان کا ذوق علمی اُردو زبان کو انشاء اللہ بہت فائدہ پہنچائے گا، اور علوم حدیثہ کے تراجم میں اُن سے بہت مفید مدد ملے گی جو اب تک اُردو زبان میں گویا مفقود محض ہیں۔

لیکن مجھ کو نہایت افسوس اور رنج ہے کہ "حظ و کرب" کے معاملے میں وہ ایک نہایت سخت غلطی میں مبتلا ہو گئے ہیں، اور بجائے اس کے کہ جو مشورہ ان کو دیا گیا تھا،

اس کو تسلیم کر لیتے محض لاحاصل بحث و مناظرے میں پڑ گئے ہیں۔ حالانکہ یہ معاملہ ان کے بس کا نہ تھا، نہ تو ان کو اس بارے میں معلومات حاصل ہیں، اور نہ ان کے مذاق و مزاج کی یہ چیز ہے۔ ان کو انگریزی سے ترجمہ کرنا چاہیے اور بس۔ اصطلاحات کے باب میں واقف کاروں کے مشورے کو قبول کر لینا ہی بہتر ہے۔ انھوں نے زبان کے متعلق ایک عجیب و غریب اجتہاد کیا ہے۔ یہ اجتہاد جس قدر غلط ہے اتنا ہی متعدی ہونے کی صورت میں زبان اُردو اور ادبیات علمیہ کے لیے مضر بھی ہے۔ ان کی دوسری تحریر نے کلکتہ آ کر پڑھی، اور میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ ایک فتنۂ لغویہ ہے، جس کی ابتدا کا وہ اپنے سر لے رہے ہیں، اور خدا نہ کرے کہ وہ زیادہ متعدی ہو۔

علم و اخلاق میں اجتہادات ہو چکے ہیں، مذہب اسی خنجرِ اجتہاد کا قتیل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کے مشقِ اجتہاد کے لیے یہ میدان کافی تھے۔ غریب زبان کو تو اب چھوڑ ہی دیجیے، پچھلے اشغال اجتہادیہ میں اب بھی مصروفیت کی اور گنجایش نکل سکتی ہے۔ اگر نئے مشغلہ کو ازراہ ترحم ملتوی کر دیا گیا تو کچھ آپ لوگ بالکل بیکار نہ ہو جائیں گے۔

مسئلہ وضع اصطلاحات
اور حظ و کرب

ایک وقت میں انسان کس کس چیز کو لکھے؟ مجھے اس بارے میں دفتر کے دفتر لکھنے ہیں مگر مجبور ہوں۔ میں آج پھر اپنے گذشتہ جملے دہراتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس مسئلے کو لوگوں نے اپنی ناواقفیت و عدم جامعیت لسانین کی وجہ سے جیسا کچھ مشکل سمجھ رکھا ہے، ویسا نہیں ہے، گو مشکل ضرور ہے مگر اشکال سے تو کوئی کام بھی خالی نہیں ہوتا۔

سر دست "حظ و کرب" اور Pleasure اور Pain ہی کو ایک مثال قرار دیجیے اور کچھ وقت عنایت فرمائیے۔

میں نے آپ نے دوسرے نوٹ میں حسبِ ذیل امور پر توجہ دلائی تھی:

(۱) عربی میں لذت والم بعینہ انہی معنوں میں بولا جاتا ہے جن کی انھیں تلاش ہے۔

(۲) حظ کا لفظ لذت کے معنی میں بالکل غلط ہے۔ لغت میں بھی اور اصطلاح میں بھی۔ نیز اس کے معنی کو مفہوم مانحن فیہ سے کوئی قرب و تعلق بھی نہیں۔ پھر کونسی مجبوری ہے کہ "لذت والم" کو چھوڑ کر "حظ و کرب" اختیار کیا جائے؟

(۳) عربی کے بہت سے الفاظ ہیں، جو فارسی میں آکر اپنے اصلی معانی لغویہ سے الگ ہو گئے۔ لیکن حظ فارسی میں بھی بمعنے لذت نہیں بولا جاتا۔ چنانچہ اشعار اساتذہ سے متحقق کہ حظ نصیب ہی کے معنی میں مستعمل ہے۔

(۴) اردو، فارسی کی طرح اپنے علمی ادبیات میں اب تک عربی کے ماتحت ہے۔ اس کا کوئی خاص علمی لٹریچر نہیں۔ اپنی اصطلاحات نہیں۔ جتنی علمی اصطلاحات ہماری زبانوں پر ہیں، سب کی سب عربی ہیں۔ پس اردو کے تراجم علوم میں الفاظ عربیہ کا استعمال ناگزیر، اور اس بیے سند کے لیے اردو بول چال نہیں، بلکہ عربی لغت و اصطلاح علوم کا حوالہ مطلوب۔ اگر لوگ حظ بمعنے لذت بولتے ہیں تو بولیں۔ شعر میں ہم بھی کہہ دیں گے۔ لیکن علم النفس کے مترجم کو اس سے کیا تعلق؟

(۵) فرہنگ آصفیہ کے حوالے پر افسوس ہے۔

(۶) لوگوں نے اپنی ناواقفیت سے متلہ اصطلاحات کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔ فلسفہ میں ہر طرح کی عربی اصطلاحات مل سکتی ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ نے ان تمام امور میں سے کسی ایک پر بھی توجہ نہیں کی، اور جب کہ آپ غلط فہمیوں کو دور کرنے کی فکر میں سرگرم جواب ہوئے تو ان دفعات میں سے ہر دفعہ کے متعلق غلط فہمیوں ہی سے اپنے استقبال کا کام بھی لیا!

آپ نے اپنے جواب میں میری معروضات کی جس قدر تشریح کی ہے، وہی غلط ہے تا باصل بحث چہ رسد؟

امر اول کی نسبت آپ لکھتے ہیں:

"سوال یہ ہے اور "صرف یہ ہے" (؟) کہ "PLeasure" اور "Pain" کا صحیح تر مفہوم اردو

میں کونسے الفاظ ادا کرتے ہیں ؟ جناب کا ارشاد ہے کہ لذت والم، اور میرا خیال ہے کہ حظ و کرب۔ آپ اپنے دعوے پر عربی لغت سے حجت لاتے ہیں، میں اپنی تائید میں محاورہ و لغت کو پیش کرتا ہوں۔"

لیکن گزارش یہ ہے "اور صرف یہی نہیں بلکہ اور بھی اس کے بعد گزارشیں ہوں گی" کہ آپنے دعوا، حجت، لغت، اور استشہاد کے الفاظ کا خواہ مخواہ اسراف بے جا کیا۔ یہاں نہ توجیح و براہین پیش کیے گئے ہیں، اور نہ کسی استشہاد و استدلال کی ضرورت۔

ان چیزوں کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں کسی بحث میں کسی اختلاف کی گنجایش ہو۔ حظ کے لفظ کے لیے نہ تو میں نے عربی لغت کا حوالہ دیا، اور نہ کوئی شہادت پیش کی، حظ کے معنے اس آسمان کے نیچے صرف ایک ہی ہیں۔ یعنے قسمت و نصیب اور بس۔ قلیوبی اور درایۃ الادب کا طالب العلم بھی اس کو جانتا ہے۔ ایک ایسی کھلی اور عام بات کے لیے مجھے کیا پڑی تھی کہ جوہری اور فیروز آبادی کی شہادتیں پیش کرتا؟ پس نہ میں "حجت لایا ہوں" اور نہ دعوے کی کوئی اصطلاحی شکل در پیش ہے۔

میں قطعی فیصلہ نہیں کر سکتا کہ آپ کو جو غلطی اصل مسئلہ میں ہوئی ہے، وہ زیادہ سخت ہے، یا جو متواتر و مسلسل غلط فہمیاں میری تحریر کے سمجھنے میں ہوئی ہیں، وہ زیادہ سنگین ہیں؟ تاہم میرے لیے تو دوسری صورت اب پہلی صورت سے زیادہ درد انگیز ہو گئی ہے۔

میں نے لکھا تھا کہ "فرہنگ آصفیہ کے حوالے پر افسوس ہے اور کیا کہوں؟" اور اس طرح بلا ضرورت کسی کتاب کے متعلق جرح و تنقیص کو بہتر نہ سمجھ کر ٹال دیا تھا۔ مگر آپ نے اس کا یہ مطلب قرار دیا کہ مجھ کو اردو لغت کے حوالہ پر تعجب و افسوس ہے۔

سخن شناس نہ دلبر اخطا اینجاست!

اب مجھ کو کھول کر کہنا پڑا۔ اصل یہ ہے کہ میں "فرہنگ آصفیہ" کو اردو لغت کے اعتبار سے بھی قابل سند کتاب نہیں سمجھتا، اور بالکل پسند نہیں کرتا کہ آپ کسی حوالہ و سند کے لیے اس کی ورق گردانی کریں، افسوس اس پر نہ تھا کہ اردو لغت سے کیوں استشہاد

کیا گیا۔ افسوس آپ کی ناواقفیت پر تھا کہ فرہنگ آصفیہ کو اردو زبان کا معتبر لغت سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح بے فکر ہو کر اس کا حوالہ دیتے ہیں گویا وہ ایک مسلّم و معروف کتاب ہے!

آگے چل کر آپ نے "حظ"، بمعنی مفروضہ "لذت" کو اردو قرار دیا ہے، اور غیر زبان کے چند متغیر المخارج والمعانی الفاظ کے اردو ہونے کو ایک ایسا نکتۂ نادر و بدیع و تحقیقِ غریب و عجیب سمجھا ہے کہ میں اسے سن کر بے اختیار چونک اٹھوں گا اور حیران و پریشان ہو کر شور مچانے لگوں گا، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"آپ حیرت سے فرمائیں گے کہ حظ تو عربی لفظ ہے اسے اردو کہنا کیوں کر جائز ہے؟"

یاللعجب! آپ کبھی تو مجھے غلط فہمیوں میں مبتلا دیکھ کر دستِ تحقیق و رہنمائی بڑھاتے ہیں، کبھی خود ہی اپنی طرف سے مجھے "حیران" فرض کر لیتے ہیں۔ الحمد للہ۔ نہ تو میں غلط فہمیوں میں مبتلا ہوں، اور نہ ان حقائقِ غریبہ اور نکاتِ عجیبۂ لغویہ پر متحیر ہوں۔ بغیر کسی "حیرانی" کے ہر شخص جانتا ہے کہ ہر زبان میں باہر کے الفاظ اگر بہ تغیرِ مخارج و معانی اُس زبان میں شامل ہو جاتے ہیں۔ دراصل یہی تغیر نئی زبانوں کو پیدا کرتا ہے، اور اردو تو مختلف زبانوں کے الفاظ کے مجموعے ہی کا نام ہے۔ جو الفاظ عربی و فارسی یا انگریزی کے بہ ادنیٰ تغیر رائج ہو گئے ہیں، وہ یقیناً اردو ہیں۔ یہ کوئی "حیرانی" و سرگردانی کی بات نہیں۔ میں مدت سے اس "نکتۂ نادر" کو جانتا ہوں اور باوجود جاننے کے اب تک میں نے کوئی "حیرانی" اپنے اندر نہیں پائی ہے۔ البتہ میری نئی "حیرانی" یہ ہے کہ آپ حرفِ مقصد سے خواہ مخواہ اعراض کرتے ہیں اور دقّتِ نظر سے کام نہیں لیتے۔ اس اصول سے ما نحن فیہ کو کوئی تعلق نہیں، اور تحقیق و معارف کے سفر میں بڑی چیز یہی ہے کہ مختلف راہوں کے حدود کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے اور ہر اصول کو اس کی اصلی جگہ ملے۔

یہی سبب ہے کہ میں نے "علم النفس اور زہرِ عشق" کا سوال پیش کیا تھا مگر اپنی نارسائی عرضِ مدعا پر متاسف ہوں کہ شرفِ استماع و فہم سے محروم رہا۔

آپ صرف اس پر زور دیتے ہیں کہ میں علم النفس کو عربی میں نہیں بلکہ اردو میں لکھ رہا ہوں، اور اردو میں حظ لذت کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ بس میں "لذت" کو کہ عربی ہے، اپنی اقلیم قبولیت سے خارج البلد کرتا ہوں۔ اور اس کی جگہ "حظ" کو کہ اردو ہے، خلعت قبولیت سے سرفرازی بخشتا ہوں۔ اگر اس ردّ و قبول مختارانہ اور عزل و نصب مجتہدانہ پر کسی کو اعتراض ہے تو دعوائے اجتہاد، علم بول چال، اور فرہنگِ آصفیہ" کی عدالت کھلی ہوئی ہے!

داور گاہے بنا فرمود، در دے ہر سہ را

منصف و صدر امین و صدر اعلیٰ کردہ است!

اس مقدمے کی عاجلانہ ترتیب اور فیصلے کی جلدی تو قابل داد ہے، مگر شاید عدالت کے کاروبار میں ایک شے انصاف نامی کو بھی ضروری سمجھا گیا ہے۔

آپ نے غلطیوں کا ایک الجھا ہوا مجموعہ سامنے رکھ دیا ہے۔

یہ اصول بالکل صحیح ہے کہ اردو میں جو الفاظ دخیلہ موجود ہیں، وہ تغیر معانی یا تغیر حروف و حرکات و صوت کے بعد اردو ہو گئے۔ یہ بھی مسلم سہی کہ بول چال میں حظ لذت کے معنوں میں بولا جاتا ہے، تاہم آپ کی قائم کردہ عدالت میں جانے کی کوئی ضرورت پھر بھی پیش نہیں آتی، کیونکہ میرا سوال یہ نہیں تھا کہ الفاظ عربیۂ متغیرہ اردو کو ان کے اصلی معانی لغویہ ہی میں استعمال کرنا چاہیے، اور ہماری بول چال کوئی چیز نہیں۔ بلکہ یہ تھا" اور صرف یہ تھا" کہ اردو میں جب کسی علم و فن کو لکھیں گے تو چونکہ اردو اپنی علمی ادبیات میں عربی کے زیر اثر اور بکلّی ماتحت ہے۔ اس لیے لامحالہ ہمیں عربی اصطلاحات کو مقدم رکھنا پڑے گا اور جب اصطلاحاتِ عربیہ سے کام لیں گے تو اس کے وہی معانی معتبر ہوں گے جو عربی میں لیے جاتے ہیں۔ اصطلاحات دوسری چیز ہیں اور شعر و ادب دوسری شے، اگر عربی میں ہم کو اصطلاحات نہ ملیں (لیکن نہ ملنے کا حقِ ادعا علم و تلاش کے بعد ہے نہ کہ پہلے) مثلاً بعض علوم حدیثہ و طبعیات جدیدہ کی شاخوں میں، تو اس صورت میں ہم کو نئے الفاظ وضع کرنا چاہییں، لیکن ان کی بھی دو صورتیں ہیں، یا تو اصل انگریزی اصلاحات لے لیں۔ یا ان کی جگہ خود نئے الفاظ بنائیں۔ آخری صورت میں اگر عربی الفاظ سے مدد لی گئی، تو اس میں بھی عربی زبان

ولغت کا لحاظ رکھنا ضرور ہوگا۔ کیوں کہ ہم اردو میں علوم وفنون مرتب کر رہے ہیں "مثنوی زہر عشق نہیں لکھ رہے"

ذرا تامل کو کام میں لائیے۔ دو چیزیں ہیں اور دونوں بالکل مختلف حکم و حالت رکھتی ہیں۔ ایک مسئلہ تو عام طور پہ اردو زبان" میں الفاظ کے استعمال اور ان کے معانی کے قرار دینے کا ہے۔ دوسرا علمی اصطلاحات کا۔ خدارا میرے مطلب کے سمجھنے سے اب زیادہ اعراض نہ فرمائیے گا۔ میں نے یہ کہا تھا کہ دوسری صورت میں اردو اب تک تابعِ عربی ہے، اور عربی الفاظ کو عربی ہی کے متعارف معانی میں استعمال کرنا پڑے گا۔ اس کے لیے" علم بول چال" کی سند بالکل بے معنی و بے اثر ہے۔

جس اصول پہ آپ نے ازراہِ نوازش میری مفروضہ "حیرانی" دور کرنی چاہی ہے۔ وہ پہلی صورت کے تعلق سے ہے، اور ہماری موجودہ صحبت صورتِ ثانی سے تعلق رکھتی ہے۔

اگر آپ بحث صاف کرنا چاہتے ہیں تو اس پر غور فرمائیے۔ یہ بہت صاف بات ہے۔ اور اصل راہِ فیصلہ و تحقیق۔ فرہنگِ آصفیہ اور غیاث اللغات کی ورق گردانی میں بیکار وقت ضائع نہ کیجیے۔

(الہلال۔ ۱۷ر ستمبر ۱۹۱۳ء)

(۲)

اُس کے بعد آپ لکھتے ہیں:

"اگر آپ کے اصول کو وسعت دی جائے کہ ہر اردو لفظ کی "تحقیق" اُس زبان کے لغت سے کرنی چاہیے جس سے وہ آیا ہے تو اردو کے پاس باقی کیا رہ جاتا ہے؟"

آپ نے "تحقیق" کا لفظ لکھا ہے۔ اور گو میں نے اس اصول کی طرف کہیں اشارہ نہیں کیا مگر واقعی ہر لفظ کی "تحقیق" تو اُسی زبان کے لغت سے کرنی پڑے گی، جس سے وہ آیا ہے۔ یہ تو ایک قدرتی اور ناگزیر امر ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ غالباً یہاں آپ کا مقصود "تحقیق" نہیں بلکہ "صحتِ استعمال" اور "جوازِ استعمال" ہے۔ جلدی میں

آپ تحقیق کا لفظ لکھ گئے ہیں ۔

پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ آپ عام الفاظ اور مخصوص اصطلاحاتِ علیہ میں فرق کرنے سے اپنے تئیں مقصر ظاہر کر رہے ہیں، حالانکہ اگر آپ چاہیں تو اس فرق کو محسوس کرنا کچھ مشکل نہیں۔ میں ابتدا سے کہہ رہا ہوں کہ اردو کے عام الفاظ کا سوال نہیں بلکہ اصطلاحاتِ علیہ کا ہے۔ میں نے کہیں یہ اصول پیش نہیں کیا کہ ہر مہنّد لفظ کا استعمال اُسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ وہ اپنے اصلی زبان کے لغت سے بھی اُن معانی میں صحیح ثابت ہو جائے۔ میری گزارش تو صرف " اصطلاحاتِ علیہ " تک محدود ہے، اور اسی لیے " مثنوی زہرِ عشق اور علم النفس " کا سوال آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں ۔ آپ سنتے ہیں، میرے سوال کو دہراتے ہیں، اس کو " ایک ناقابلِ انکار حقیقت " قرار دیتے ہیں مگر پھر جواب نہیں دیتے ! فیصلہ ہو تو کیوں کر ؟

گوش اگر گوش تو، و نالہ اگر نالۂ من

انچہ البتہ بر جائے نہ رسد، فریاد ست

آپ نے جس نکتۂ علم اللسان کی طرف ارشارہ کیا ہے اور پھر خود بخود میری " حیرانی " کی علاج فرمائی پر متوجہ ہوئے ہیں، میں اس کو دو مرتبہ خود دکیل میں لکھ چکا ہوں، جب کہ چند الفاظ عربی و انگریزی کی بحث چھڑ گئی تھی ۔

اِن دلائل و براہین واضحہ و بیّنہ کے بعد آپ نے اِس بحث کا خاتمہ کر دیا ہے اور عدالت برخاست ہو گئی ۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں :

" اصل مسئلہ ختم ہو گیا "

گر یوں ہی ہے تو قاعدہ اچھا ٹھہر گیا

اگر کسی " مسئلے کے ختم کرنے " کا یہی طریقہ ہے کہ اصلی فیصلہ طلب امور کو نذرِ تجاہل و تغافل کر کے اختتامِ بحث کا اعلان کر دیا جائے، تو پھر بحث میں صرفِ وقت کرنے سے کہیں بہتر خاموشی و اعراض ہے ۔ ہم کو کوئی شخص مجبور نہیں کرتا کہ ہم بولیں ۔ لیکن اگر بولیں گے تو پھر بات کرنے والوں ہی کی طرح بات کرنی پڑے گی ۔

میں نے اس بارے میں جو کچھ لکھا تھا اس کو گذشتہ نمبر میں چھ دفعات کے

اندر عرض کر چکا ہوں۔ مسئلے کے "خاتمے" کا یہ حال ہے کہ ان میں سے کسی ایک امر کے متعلق بھی آپ نے غور نہیں کیا اور جتنا کچھ کیا، اس کا بھی یہ حال ہے کہ وہ گویائی پر خاموشی کی ترجیح و تقدّم کی ایک مثالِ تازہ سے زیادہ نہیں!

❖ ❖ ❖

اس بحث سے فارغ البال ہو کر آپ نے "حظ" کو بمعنی مفروضۂ لذت فارسی سے ثابت کرنا چاہا ہے۔ حالانکہ پہلی بحث کی طرح یہ موضوع بھی آپ کے بس کا نہ تھا، اور آپ کے لیے اور نیز ہر اس شخص کے لیے جو آپ کی سی حالت رکھتا ہو، یہی بہتر ہے کہ وہ اُن امور میں دخل نہ دے جن سے ناواقف ہے۔

میں ہمیشہ اپنی معروضات میں بحث کے اُن پہلوؤں سے نہایت احتراز کرتا ہوں، جن سے مخاطب کی واقفیت یا علم کے متعلق کوئی مخالف خیال پیدا ہوتا ہو کہ یہ طبائع کو رنجیدہ اور بحث کو مقصد سے دور کر دینے والی باتیں ہیں۔ اور اسی بنا پر "حظ و کرب" کے بارے میں بھی میں نے باوجود ضرورت کے اس سے احتراز کیا، لیکن آپ کا لا حاصل اصرار بڑھتا جاتا ہے، اور اس سے ضمناً زبان اور فارسی لغات کے متعلق نہایت سخت غلط فہمیاں اوروں کے لیے پیدا ہو جانے کا خوف ہے۔ اس لیے اب مجبوراً عرض کرتا ہوں کہ آپ اُن کاموں میں کیوں پڑتے ہیں جن کی نسبت نہ تو آپ کو علم ہے اور نہ واقفیت؟ میں نے (حظ) کے متعلق غالب کا ایک شعر لکھ دیا تھا، اور صرف اس لیے کہ اتفاقاً اس وقت یاد آ گیا۔ کوئی لفظ سند یا استدلال کا وہاں نہ تھا۔ اس پر آپ متعجب ہو کر لکھتے ہیں:

"اور اس کے ثبوت میں غالب کا "ایک" شعر پیش کرنا آپ کافی سمجھتے ہیں، جس میں حظ کو حصے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔"

میں نے بطور سند کے تو لکھا نہیں تھا۔ کیونکہ ایک ایسی بات لکھ رہا تھا جس سے آپ کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد ہر فارسی داں واقف ہے۔ لیکن اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو آپ کے اس "ایک" پر زور دینے کا مطلب بالکل سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا آپ

کا مطلب یہ ہے کہ اس موقعے پر دو چار سو شعروں کی ضرورت تھی ؟ اگر غالب کا شعر پیش نہ کروں تو کیا ٹیک چند بہار، محمد حسین دکنی، اور مولوی غیاث الدین رام پوری کی سند دوں ؟

اس کے بعد آپ "واقعات" کو "دلائل" کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"افسوس ہے کہ بہارِ عجم وغیرہ اس وقت سامنے موجود نہیں ورنہ غالباً" بقیدِ صفحہ وسطر" میں بتا سکتا کہ فارسی کے متعدد لغت نویسوں نے حظ کو لذت ومسرت کے معنی میں استعمال کرنے کی "افسوس ناک غلطی" کی ہے۔"

"عظیم الشان بہارِ عجم" کے نہ ملنے پر آپ کو جو افسوس ہے، اس میں مجھے آپ سے ہمدردی ہے، مگر ساتھ ہی خود غرضانہ اس کی خوشی بھی ہے کہ اگر خدانخواستہ دلائلِ قاطعہ وبراہینِ ساطعہ کی یہ تیغ بے امان آپ کے ہاتھ آجاتی تو نہیں معلوم میری معروضات کی مسکین ہستی کا کیا حال ہوتا ؟

پھر لطف یہ ہے کہ آپ "بقیدِ صفحہ وسطر" بتلا دیتے، اور اس کے بعد غالباً قرنوں اور صدیوں تک کے لیے "حظ بمعنی لذت" کا علم ثبوت سرزمینِ لغاتِ فارسیہ واصطلاحاتِ علمیہ میں نصب ہو جاتا !! وَذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ !

اس کے بعد دلائل واسناد کی ایک عظیم الشان صف رونما ہوتی ہے، جس کے سرخیلِ حلقہ حضرت "غیاث اللغات" ہیں اور ان کے پیچھے علامۂ پامر، مولانا ولکنس، محقق اسٹین گاس، فارسی لغات کی موت وحیات کا سررشتہ سنبھالتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں، اور سب کے آخر میں خود جناب ہیں، جو فنِ لغت کی اس مہیب نمائش کے بعد مجھے دعوت غور وفکر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں :

"غور فرمایئے کہ یہ" اہل لغت" نہ صرف حظ کو لذت کے معنے میں استعمال کرتے ہیں، بلکہ اس سے جتنی تراکیب پیدا کرتے ہیں، ان سب میں بھی حظ کے معنے لذت اور "صرف لذت" کے لیتے ہیں "!

جب آپ کی واقفیت کا یہ حال ہے تو اربابِ علم انصاف کریں کہ اب میں کیا کہوں؟ آپ کو کون سمجھائے کہ کسی فارسی لغت کا نولکشوری پریس میں چھپنا ہی دلیل وقار نہیں ہے، اور نہ اس میں آپ کے حسب مطلب حظ کے لفظ کا مل جانا مستند ہونے کا کوئی ثبوت! آپ غالب کے "ایک" شعر پر معترض ہیں، جس نے (قاطع برہان) لکھ کر ہمیشہ کے لیے ہندوستانی لغت نویسوں کی آبرو مٹا دی، مگر مسکین ٹیک چند کے نہ ملنے پر آپ کو افسوس ہے، اور پورا یقین ہے کہ اگر (بہار عجم) کسی طرح میسر آجاتی تو "بقیدِ صفحہ وسطر" بتلا کر آپ اس بحث کا خاتمہ کر دیتے۔ حالانکہ جہاں (محمد حسین دکنی) کو کوئی نہیں پوچھتا، وہاں (ٹیک چند) کا نام لینا ایک ایسی بات ہے، جو صرف آپ ہی سے ممکن تھی۔

"بہارِ عجم" کے نہ ملنے کے "افسوس"، کے بعد "خوش قسمتی" سے غیاث اللغات آپ کی "میز" پر نکل آتی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"خوش قسمتی سے غیاث البتہ میز پر موجود ہے اور اس کی عبارت یہ ہے ...."

افسوس ہے کہ آپ کی اس "خوش قسمتی" میں بھی مجھ کو "بد قسمتی" سے خلل انداز ہونا پڑے گا۔ میں پوری ذمہ داری کے ساتھ آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ غیاثُ اللغات کا نام فارسی لغات کی بحث میں لینا نہایت تمسخر انگیز ہے۔ استدلال تو بجائے خود رہا، کوئی فارسی دان شخص اپنی میز پر اس کو جگہ دے کر آپ کی طرح خوش قسمت ہونا بھی پسند نہیں کرے گا۔

اس کے بعد آپ نے چند انگریزی لغات کا حوالہ دیا ہے۔ یہ حوالے تمام پچھلے حوالوں سے بھی بڑھ کر افسوس ناک ہیں۔ آپ کو اردو سے تو اتنی ہمدردی ہے کہ عربی لغات کے ذکر پر متاسف ہوتے ہیں اور لکھتے ہیں:

"اس سے زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ خود اردو بولنے والوں کو اردو لغات کی تحقیق کے لیے عربی لغات کی جانب رجوع کرنا پڑے۔"

رجوع تو کسی نے نہیں کیا تھا۔ لیکن بہر حال آپ کو اس پر افسوس ضرور ہے۔ پھر خدارا مسکین فارسی پر بھی رحم کیجیے، جس کی لغات کے لیے باوجود ہزاروں دواوین وکلام شعراء

فرض کے، آپ ہمیں (پامر) کی چوکھٹ پر ناصیہ فرسائی کی دعوت دے رہے ہیں۔ محض اس حق کی بنا پر کہ "وہ کیمبرج میں عربی کے پروفیسر ہیں"!!

ان مباحث میں آپ کی معذوری واضح ہے، تاہم ایک غلطی تو آپ کا ادعاے اصرار ہے، اور پھر دوسری غلطی ثبوت کے لیے لاحاصل کوشش کرنا۔ اسی کا نتیجہ ہے، کہ آپ نے اپنے طریقِ اثبات و استدلال میں اُس سے زیادہ افسوس ناک غلطی کی ہے، جو موضوع بحث میں آپ کر چکے ہیں۔

اغلاطِ استدلال

ایک شے ہے دعویٰ اور ایک چیز ہے استدلال۔ آپ نے دونوں میں غلطیاں کیں، آپ فرماتے ہیں کہ حظ بمعنی لذت اصطلاحاتِ علمیہ میں صحیح ہے، اور پھر دلائل پیش کرتے ہیں۔ آپ کے دعوے کی نسبت عرض کر چکا ہوں۔ لیکن اس سے زیادہ غلطیاں آپ کے طریقِ استدلال نے پیدا کر دیں:

(۱) آپ نے یہ غلط اصول قائم کر دیا کہ اردو کی عام بول چال اصطلاحاتِ علمیہ میں مستند ہے۔

(۲) آپ نے ضمناً فرہنگ آصفیہ کو اردو لغات کی بحث میں قابل استناد قرار دیا، حالانکہ (مصنف فرہنگ معاف رکھیں) اسے یہ حیثیت حاصل نہیں۔

(۳) پھر اس غلط فہمی کا دروازہ کھول دیا کہ لغاتِ فارسی کی بحث میں غیاث اللغات کی سند معتبر ہے، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگ بلا تکلف غیاث کا حوالہ دینا شروع کر دیں گے اور پھر دوبارہ اس لغوی ایجی ٹیشن کا اربابِ فن کو مقابلہ کرنا پڑے گا جو مرحوم غالب نے (قاطع برہان) لکھ کر اپنے سامنے آمادۂ پیکار پایا تھا۔

(۴) اس سے بھی بڑھ کر ظلم اکبر یہ کیا کہ فارسی لغات کی بحث میں انگریزی کی فارسی لغات کو مستند قرار دینے کی بدعتِ سیئہ کبیرہ کی بنیاد رکھی، جو فی الحقیقت ایک اشد شدید "فتنۂ لغویہ" ہے اور جو اگر چل نکلا تو اردو اور فارسی زبان کا بھی مذہب و اخلاق کی طرح خدا حافظ!

پس مجھ کو جو اس تفصیلی تحریر کی ضرورت ہوئی تو صرف اصل بحث ہی کے متعلق ازالۂ اغلاط کا خیال محرک نہ تھا، بلکہ زیادہ تر یہ خیال کہ آپ کے طریقِ استدلال کے اغلاط نے اصل غلطی سے بڑھ کر چند غلطیاں اور پیدا کر دی ہیں، اور وہ ایسی ہیں کہ اگر ان کو ظاہر نہ کیا جائے تو لغات و زبان کے متعلق ایک اصولی غلط فہمی میں لوگ گرفتار ہو جائیں گے۔ اگرچہ واقف کاروں کے لیے ان کی غلطیاں بالکل واضح و غیر محتاجِ انکشاف ہیں۔

پس ضرور ہے کہ اس حصۂ بحث کے متعلق میں یہ ظاہر کر دوں کہ:

(۱) غیاث اللغات کوئی مستند لغت نہیں۔ اس کا حوالہ فارسی لغات کے مباحث میں بیکار ہے۔

(۲) اتنا ہی نہیں بلکہ بہارِ عجم وغیرہ لغات جو آجکل چھپ کر شائع ہو گئے ہیں، قطعاً غیر معتبر، تمسخر انگیز، اغلاط سے مملو، اور ناقابل استناد ہیں۔ جن حضرات کی ان کتابوں پر نظر ہے، اور جنھوں نے وہ مباحث دیکھے ہیں جو "برہانِ قاطع" کی اشاعت کے بعد تحریر میں آئے، نیز اُن رسائل پر بھی نظر ڈالی ہے، جو ان لغات کی حمایت میں مثل مؤید البرہان، ساطعِ برہان، تیغِ تیزتر، قاطعِ قاطع، وغیرہ وغیرہ لکھے گئے، اور پھر قاطعِ برہان کے اس دوسرے ایڈیشن کو بھی دیکھا ہے جو (درفش کاویانی) کے نام سے شائع ہوا تھا، ان سے یہ امر پوشیدہ نہیں۔

(۳) یورپ کے بعض مستشرقین نے جو لغات لکھے ہیں ان کا حوالہ بہ حیثیت سندِ لغت کے بالکل غیر معتبر ہے۔ عام طور پر مستشرقین فرنگ کا یہ حال ہے کہ وہ مشرقی علوم والسنہ کے متعلق بعض اپنے مخصوص مباحثِ علمیہ میں نہایت مفید و نادر مطالب پیدا کر لیتے ہیں جن پر خود اس زبان کے بولنے والوں کو دسترس نہیں، لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ لغات ادب کی بحث میں ان کی سند معتبر ہو۔

اب صرف دو مطلب باقی رہ گئے۔ اصل مبحث، اور اصطلاحاتِ علمیہ کے متعلق جو چند سطور آپ نے مضمون کے آخر میں لکھے ہیں۔ سو ان کی نسبت آئندہ نمبر میں عرض کروں گا۔ یہ ایک مفید اور نتیجہ خیز مبحث ہے اور اس کو آخر تک پہنچانا ضروری ہے۔

(الہلال۔ یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء)

چند اور نئے الفاظ

"اکاذیب" اور "شرمناک"

از مسٹر عبدالماجد بی۔ اے۔ لکھنؤ

۱۷ ستمبر کے الہلال میں صفحہ ۲۲۱ سے لے کر صفحہ ۲۲۳ تک انشا پردازی و خطابت کے پردہ میں جن بہم "مغالطات" کا طومار یک جا کر دیا گیا ہے، ان کی داد "منطق" کے طلبا دیں گے، میں اگر ان کی "پردہ دری کرنا چاہوں بھی، تو شاید اپنے دوسرے مشاغل کو کافی صدمہ پہنچائے بغیر نہیں کر سکتا۔ البتہ اُن متعدد "بے باکانہ اکاذیب" میں سے، جو اس مضمون کی زیب و زینت کا باعث ہو رہے ہیں، ایک بات کا صاف کر دینا میں ہر حال میں ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ قطعاً غلط ہے، کہ میں اس معاملہ میں "واقف کاروں" سے مشورہ طلب کر لینے، یا ان کے مشوروں کے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوں، میں خود، بلا الہلال کے دربار سے کوئی ہدایت پائے ہوئے، ملک کے اُن متعدد تعلیم یافتہ حضرات سے مشورہ طلب کر چکا ہوں، جو میرے نزدیک مشورہ دینے کے اہل، یا بہ قول آپ کے، "واقف کار" ہیں۔ میں نے اس مسئلہ میں مشورہ حاصل کیا ہے، مسٹر سید کرامت حسین (سابق جج ہائی کورٹ) سے جو علوم عربیہ میں کمال رکھنے کے علاوہ فلسفۂ جدید (خصوصاً فلسفۂ سپنسر) کے بھی عالم ہیں۔ میں نے استفادہ کیا ہے، مولانا حمید الدین بی۔ اے (پروفیسر میور کالج الہ آباد) سے جن کی جامعیت علوم مغربیہ و مشرقیہ سے شاید آپ کو بھی انکار کی جرأت نہ ہو۔ میں نے استشارہ کیا ہے، مولوی عبدالحق بی۔ اے (صدر مہتمم تعلیمات حیدرآباد) سے، جو علاوہ علوم مغربی سے واقفیت کے عربی میں بھی کافی دست گاہ رکھتے ہیں، میں نے مشورہ حاصل کیا ہے خان بہادر میر اکبر حسین (الہ آبادی) سے، جو علاوہ اردو زبان میں سند (Authority) ہونے کے فلسفۂ جدید کا خاصہ مذاق رکھتے ہیں۔ اور میں

نے مشورہ طلب کیا ہے، اپنے شہر کے پروفیسر مرزا محمد ہادی بی۔ اے (کرسچن کالج) سے جو علوم قدیمہ و جدیدہ دونوں میں مشہور قابلیت رکھتے ہیں۔ حضرات موصوف کے علاوہ میں نے اور بھی اُن متعدد تعلیم یافتہ لوگوں سے استصواب رائے کیا ہے، جن کی علمی و ادبی قابلیت کی شہرت ابھی غالباً اُس فضا میں نہیں پہنچی ہے، جس میں الہلال کا نشو و نما ہو رہا ہے۔

اور پھر میں نے بعض اُن سنجیدہ مذاق اصحاب سے بھی تبادلۂ خیالات میں کبھی تامل نہیں کیا، جو چند دنوں سے آپ کے اسٹاف میں ہیں۔ بعض حضرات سے اُن مسائل پر کئی کئی گھنٹے گفتگو رہی ہے۔ میرے لائق دوست مولوی سید سلیمان نے جس محنت سے وضعِ اصطلاحاتِ علمیہ پر ایک تحریر شائع فرمائی ہے، نیز میرے ایک دوسرے دوست ("خدا بندہ" از جونپور) نے اسی مسئلۂ لذت والم پر مضمون تحریر فرمایا تھا، میں اس کا اعتراف کرتا ہوں۔

ہاں یہ جرم مجھ سے بلاشبہ سرزد ہوا ہے (اور شاید آپ کے ضابطۂ تعزیرات میں یہ جرم ناقابلِ معافی ہو) کہ میں نے اُس شخص سے دست گیری کی التجا نہیں کی، جس نے گو اپنی خطیبانہ سحر بیانیوں سے ایک بہت بڑی جماعت کو مرعوب و مسحور کر رکھا ہے مگر جس کے "خالص کمالاتِ علمی" کا ثبوت مجھے اب تک باوجود "سعی و تلاش" کے نہیں مل سکا ہے۔

رہا آپ کا یہ دعویٰ، کہ عربی میں فلسفہ کی بہتر سے بہتر اصطلاحات موجود ہیں بشرطیکہ تلاش کی جائیں، تو اس کے متعلق میں نے اپنے پچھلے خط میں جو سوال کیا تھا، وہ بدستور قائم ہے۔ مجھے بتائیے کہ میں سایکالوجی، اپیسٹمالوجی، اینھکس، (اپنے جدید معنے میں) اور منطقِ استقرار کی مصطلحات کس کتب خانہ میں تلاش کروں؟ کس کتاب میں ڈھونڈھوں؟ مصر کے نامور فضلا، مشہور مستشرقینِ یورپ، اور خود ہندوستان کے مستند ترین فضلا (مثلاً شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی) تو اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں، لیکن الہلال کو اپنے دعوے پر اصرار ہے، اور چونکہ یہ دعویٰ الہلال نے کیا ہے، اس لیے کسی دلیل کی بھی

حاجت نہیں، محض اس کا اعادہ و تکرار کافی ہے۔ لیکن یاد رکھیے کہ یہ خطیبانہ حربے ۔ عوام فریب تقریروں و تحریروں میں خواہ کتنے ہی کارگر ہوتے ہوں، لیکن علمی مباحث میں ان کا استعمال قطعاً بے محل و غیر موثر ہونے کے ساتھ "بے حد شرمناک" ہے۔ سیاست اور مذہب مدت سے آپ کی تیغِ خطابیات کے زخم خوردہ ہو رہے ہیں، اب مہربانی کر کے علمی مسائل کی جان پر تو رحم فرمائیے۔

الہلال :

سخت شرماے وہ، اتنا نہ سمجھتا تھا انھیں
چھیڑنا تھا تو کوئی شکوۂ بے جا کرتا !

اب تک تو صرف "حظ و کرب" کے متعلق بحث تھی، لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے لغات و مصطلحاتِ جدیدہ و مخترعہ میں اور چند الفاظ و اصطلاحات کا بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ اگر وضع و اختراع کی رفتار ایسی ہی تیز رہی تو مجھے ہمت ہار دینے کا علانیہ اعتراف ہے :

بیا کہ ما سپر انداختیم اگر جنگ ست !

اب تک تو صرف یہی مصیبت تھی کہ آپ "حظ و کرب" کا مطلب وہ نہیں سمجھتے جو سمجھنا چاہیے، لیکن یہ تو بڑی مصیبت ہوئی کہ اب مغالطات، منطق، پردہ دری، بیباکانہ اکاذیب، کمالاتِ علمیہ، اور بے حد شرمناک کے متعلق بھی مجھے خوف پیدا ہوگیا ہے کہ آپ ان کے معانی سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ان الفاظ کو کن موقعوں پر بولنا چاہیے؟ میں نے اسی لیے آپ کی تحریر میں اس طرح کے الفاظ کو ان ورٹڈ کاماز سے ممتاز کر دیا ہے۔

اگر میں چاہوں تو بغیر "اپنے مشاغل کو صدمہ پہنچائے" ان الفاظ کے معانی بھی عرض کر سکتا ہوں جو افسوس ہے کہ مثل "حظ و کرب" کے آپ کو معلوم نہیں۔ لیکن چونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ غصہ میں آگئے ہیں، اور آدمی غصہ میں آکر گالیوں پر اتر ہی آتا ہے، اس لیے آپ کو معذور سمجھتا ہوں، اور آپ کے غصہ پر ہنستا ہوں۔ کاش آپ کو یاد رہا

ہوتا کہ مسائلِ علمیہ کا فیصلہ گالیوں اور محض ادعائی الزام سے نہیں ہوتا۔ (اکاذیب) اور (شرمناک) کے استعمال کے لیے محض ان دو لفظوں کو مثل حظ و کرب کے سن لینا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ ان کے مواقع استعمال کو بھی مثل "حظ و کرب" کے معلوم کرنا چاہیے۔

غصے میں ان کو کچھ نہ رہا تن بدن کا ہوش

کیا لطف ہم نے شب کو اٹھائے عتاب میں

اب آپ اور بگڑیں گے اور کہیں گے کہ مسائل علمیہ میں ایسے عاشقانہ شعروں کا پڑھنا "اکاذیب" ہے "بہتان" ہے "بے حد شرمناک ہے۔ لیکن خیر "بے حد شرمناک" اقدامات تو پہلے ہی کر چکا ہوں۔ اب کیا ہے کہ دو گھڑی کے لیے آپ کے عشرہ طرازانہ غیظ و غضب سے جی بھی نہ بہلاؤں۔

گالی سے کون خوش ہو مگر حسنِ اتفاق

جو تیری خوشی، وہ ہی مرا مدعا ہوا

البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ آپ کو تحریر و تالیف کا شوق ہے۔ آپ علمی مباحث میں مشغول رہنا چاہتے ہیں۔ بہتر ہے کہ طبیعت میں صبر و سکون پیدا کیجیے اور نکتہ چینی سے گھبرا نہ اٹھیے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اصلاح و مذہب کے کاموں میں جس قدر سختی ضروری اور بعض حالتوں میں سخت سے سخت الفاظ کا استعمال تک بھی عین عدل و انصاف ہے، اتنا ہی علمی مباحث میں اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ اپنی رائے پر نہایت سختی سے قائم رہیے، مخالف کا سخت سے سخت پیرایۂ نقد میں جواب دیجیے، مگر دشنام آمیز الفاظ کا استعمال اور غلط الزام دہی کسی طرح جائز نہیں، ذرا سی بات پر بگڑ اٹھنا، اور مخاطب پر بغیر کسی ثبوت کے کذب و افترا اور اعمال سحریہ کا الزام لگانا، لوگوں کی نظر میں آپ کے وقار کو کھو دے گا، اور جن کاموں میں آپ رہنا چاہتے ہیں ان کے لیے نہایت مضر ہوگا۔ سب سے زیادہ یہ کہ اس طرح کی طفلانہ برہمی آپ کی اس حیثیت کو صدمہ پہنچائے گی، جس کے آپ خواہشمند ہیں، یعنی علمی زندگی کے اختیار کرنے میں حارج ہوگی، اور پھر ویسے بھی آپ جانتے ہیں کہ کسی راہ چلتے بھلے آدمی کو گالی دے دینا اس خیال سے، کہ شریف آدمی ہے مارے گا نہیں، کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

اگر میں آپ سے پوچھ بیٹھوں کہ "اکاذیب، بہتان، بے حد شرمناک اور مغالطات" میری تحریرات میں سے نکالیے تو آپ کے لیے کیسی مشکل ہو؟

"بہتان" اور "شرمناک" کا یہ حال ہے کہ میں نے چند سطروں میں آپ کو ابتداً توجہ دلائی اور مجبوراً، کیونکہ مضمون کے عنوان میں تبدیلی نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے اپنے وجوہ لکھے ہیں نے اس کے متعلق پھر چند سطریں لکھیں۔ آپ کو چاہیے تھا کہ اس پر غور کرتے اور سمجھ کر کچھ کہتے، لیکن آپ نے فرہنگِ آصفیہ، غیاث اللغات، پامر، ولکنس، اور اسٹین گاس کی سندات کا پشتارہ اٹھایا اور بلا تامل پٹک دیا۔ اس پر میں نے دیکھا کہ اصل موضوع کے علاوہ چند در چند غلطیاں ایسی پیدا ہو گئی ہیں، جن کی وجہ سے زبان اور وضعِ اصطلاحات و استناد و استشہادِ کتب کی نسبت لوگوں کو سخت غلط فہمیاں ہوں گی اور ایک فتنۂ لغویہ کا دروازہ کھل جائے گا۔ پس میں نے تفصیل سے اپنے خیالات ظاہر کیے۔ تاہم بحث سے پہلے آپ کے شوقِ علمی کی تعریف کی۔ آپ کو عام تعلیم یافتہ طبقہ کی جہل سالہ خیرہ ذوقی سے الگ پاتا ہوں اور خوش ہوتا ہوں اس کا اظہار کیا، اور پورے مضمون میں کہیں بھی کوئی سخت لفظ یا "شرمناک" الزام آپ پر نہ لگایا کہ ایسے مباحث میں ان باتوں کا موقع ہی کیا تھا۔

میں نے اوّل سے آخر تک اصولاً بحث کی اور پھر آخر میں دفعہ وار نتائج بحث پیش کر دیے۔ اُن تمام دفعات میں سے ایک دفعہ کی نسبت بھی آپ نے کچھ نہیں لکھا اور نہ کوئی جواب دیا۔ آپ کو وہ اپنے "اشغال" کے معذوب و مجروح ہونے کا خوف ہے، لیکن افسوس کہ آپ کو ایک کالم سے زیادہ لاحاصل دشنام دہی اور ادعائی الزام کی فرصت مل گئی، مگر میرے سوالوں کے جواب دینے کا موقع نہ ملا؟ میں نے استعمال اصطلاحات، عام بول چال اور اصطلاحاتِ علمیہ کے اختلاف، الفاظ مہندہ و دخیلہ کی حقیقت، غیاث اللغات اور فرہنگِ آصفیہ کے حوالے، انگریزی لغات سے استشہاد، اور متعدد امور کی نسبت جو کچھ لکھا، اس کا کیا علاج ہے کہ آپ کو اس میں صرف "اتہام"۔ "بے حد شرمناک"، "مغالطات"، اور "اکاذیب" ہی نظر آیا؟ اور اس پر ستم جانکاہ یہ کہ اپنے اشغالِ عظیمہ اور اعمالِ علمیہ کو ٹھیس لگنے کے خوف سے ثبوت و دلیل کی فرصت بھی نہیں!

کیا خوب بیاں ہیں میرے تغافل شعار ہیں!

"انشا پردازی" اور "خطابت" جس سے کام لینے کی آپنے اس تحریر میں نہایت غیر مخفی سعی کی ہے، بار بار آپ کی زبان پر آتا ہے۔ خطابت فن تقریر کو کہتے ہیں۔ غالباً خطابت کو آپ خطابیات کے معنوں میں بول گئے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس کے لیے بھی آپ کو صبر و انتظار کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر آپ یا آپ کے ساتھ اور لوگ بھی اس نادانی میں بتلا ہوں کہ مباحثِ علمیہ کے لیے ضروری ہے کہ ان کا طرز تحریر قصداً نہایت روکھا پھیکا، اور غیر انشا پردازانہ رکھا جائے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو وہ کوئی علمی بحث ہی نہیں، تو یہ نہایت سخت غلطی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ علمی مباحث کو عام ادبیات سے مختلف ہونا چاہیے۔ لیکن اس اختلاف کی بنا طرزِ تحریر نہیں بلکہ مطالب کا اختلاف ہے۔

اس کی تفصیل کا موقع نہیں۔ لیکن حظ و کرب کے متعلق میری تحریر کوئی علم و فن کا مقالہ نہ تھا، بلکہ آپ کے مضمون پر ایک سرسری نقد تھا۔ اگر انشا پردازی سے آپ کا مقصد یہ ہے کہ اس کی عبارت اچھی اور اس کے الفاظ اور جملے بلیغانہ تھے تو کوئی شخص آپ کی اس تعریض کا مطلب نہ سمجھ سکے گا کہ کسی مضمون کا خوش عبارت و بلیغ الفاظ ہونا اس کے پیش کردہ مطالب کے غلط ہونے کے لیے کیوں کر متلازم ہے؟ اگر ایک شخص اپنے ہر طرح کے مطالب کو اچھی عبارت میں لکھ سکتا ہے تو یہ اللہ کا ایک فضل ہے اور یقیناً خوشی کی بات ہے۔ پھر آپ اس کے لیے غمگین کیوں ہیں؟ کیا آپ کے جواب دینے کے لیے یہ بھی ایک شرط ہے کہ مضمون "غیر انشا پردازانہ ہو"؟

آپ نے تمام مضمون میں صرف ایک ہی بات موضوع بحث کے متعلق لکھی ہے۔ یعنی یہ کہ آپنے اس بارے میں اربابِ علم سے مشورہ کیا ہے۔ لیکن آپ نے کچھ نہیں بتلایا کہ کس بارے میں مشورہ کیا ہے؟ لذت و الم کے غیر کافی ہونے میں یا حظ و کرب کی صحت میں؟ تاہم اگر یہ سچ ہے کہ ان حضرات نے حظ و کرب کو صحیح بتلایا ہے تو مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہو سکتا کہ ان سب نے غلطی کی ہے، جس طرح میں خود بھی

اپنے خیال میں غلطی پر ہو سکتا ہوں۔ آپ کم از کم اس امر کو صاف کر دیں کہ آپ کا یہ استفتا کس سوال پر مشتمل تھا؟ تاکہ اس سے جواب کا تعلق و مفہوم متعیّن ہو سکے۔

آپ نے بے فائدہ یہ لکھ کر اپنی طبیعت کو خوش کرنا چاہا کہ میرے علمی کمالات کا کوئی ثبوت نہیں۔ بھائی معلوم نہیں کہ علم سے آپ کا مقصود کیا ہے؟ کہیں حظ و کرب اور اتہام و شرمناک کی طرح اس بارے میں بھی کوئی اختراعِ خاص نہ ہو کیوں کہ اب آپ کے ہر لفظ کے متعلق شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ خیر کچھ بھی مقصود ہو، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اپنے ترکشِ طنز و تشنیع کا سب سے زیادہ قیمتی تیر ایک ایسے نشانے کی فکر میں ضائع کیا، جہاں اس کے صرف کی بالکل ضرورت نہ تھی۔ میں نے آج تک کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ علم و فن کا میں ماہر ہوں۔ البتہ ان لوگوں کو شرمانا چاہیے جو آج چالیس سال سے علمی توقعات کا مرکز ہیں، جنھوں نے یورپ کی علمی زبانوں کی تحصیل کی ہے، اور جو فی الحقیقت خدمتِ علم انجام دینے کے لیے تمام ملک میں صرف ایک ہی گروہ ہے، وہ اگر اپنے علمی کمالات کا ثبوت دینے میں مقصر رہے ہیں تو ان کے لیے افسوس ناک ہے، نہ کہ میرے لیے!

آپ نے "تلاش" کا بھی لفظ لکھا ہے کہ "باوجود سعی و تلاش" علمی کمالات کا کوئی ثبوت نہیں ملا"۔ لیکن یہ تلاش ویسی ہی تلاش تو نہ تھی، جیسی "حظ" کی تحقیق و جستجو میں حضرتِ غیاث اللغات اور علامہ پامر کی رہنمائی میں کی تھی؟ اگر ایسا ہے تو پھر صورت حال دوسری ہی ہو جاتی ہے۔

آخر میں آپ سے پھر کہوں گا کہ میں محض دوسرے کو ادعائی الزام دے دینے، غصے میں آ کر روٹھ جانے، مخاطب کو جاہل کہہ دینے، اور گالیوں کے دینے سے کسی بحث کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ آپ لکھنے پڑھنے کا کام کرنا چاہتے ہیں تو اپنی طبیعت کو بدلیے۔ اس مضمون کو آپ نے غیظ و غضب کے عالم میں لکھا ہے، اس لیے قابل معافی ہے، لیکن ایک علمی مذاق رکھنے والے شخص کو اس درجہ غصہ زیب نہیں دیتا۔

آپ نے میری تحریر کے متعلق نہایت افسوس ناک طریقے سے بلا قصد غلط بیانیاں کی

ہیں۔ اگر میں چاہوں تو زیادہ سخت الفاظ لغت میں مل سکتے ہیں۔ لیکن پھر اس سے کیا حاصل؟ بحث و مباحثہ سے مقصود کسی لفظ کی تحقیق و صحت کا کشف ہے نہ کہ اور کچھ۔ میں نے اپنی تمام تحریر میں کوئی لفظ سخت نہیں لکھا اور بہتر تھا کہ آپ اس کا جواب دیتے۔ جواب کی جگہ آپ نے جو طریقہ اختیار کیا، وہ میرے لیے بہت مایوسی پیدا کرتا ہے۔ تاہم میں ہنستا ہوں، اور ایسی نادانیوں کو ہنس کر ٹال دینا ہی بہتر ہے۔

رہا مسئلہ اصطلاحاتِ علمیہ، تو آپ کی یاد دہانی کی ضرورت نہ تھی۔ میں خود اب اس بحث کو آخر تک پہنچائے بغیر کب چھوڑنے والا ہوں، خواہ آپ اس سے بھی زیادہ غصے میں آ آ کر بگڑتے رہیں۔ میں لکھتا رہوں گا، تا آنکہ اصطلاحاتِ علمیہ کا مسئلہ ایک حد تک صاف نہ ہو جائے۔

میں بہت خوش ہوں کہ گو آپ نے اپنا مضمون بازار کے کسی چبوترے پر سے شروع کیا، لیکن خاتمہ ناصحانہ انداز میں ہوا ہے۔ آپ نے محبتِ علم و عشقِ فن سے بیقرار ہو کر نصیحت کی ہے کہ "مذہب اور سیاست تو تیغِ خطابیات سے زخمی ہو چکے ہیں، اب علم پر رحم کیجیے"

اللہ اللہ! آپ کو بھی مذہب کے زخمی ہونے کا درد ہے!!

ایں کہ می بینم، بہ بیداریست یارب یا بخواب؟

یہ ایک نہایت مسرت انگیز خبر ہے۔ تاہم مذہب و سیاست کی تو آپ چنداں فکر کریں نہیں۔ اُس کی تو آپ حضرات کی خدماتِ حیات افزا سے تلافی ہو ہی گئی ہے۔ اور ہو رہے گی۔ رہا علم، تو اللہ اس کے زخموں کو آپ کے دستِ مسیحائی سے مرہم پٹی مبارک کرے۔ البتہ اس تقسیم سے غریب "زبان" رہ گئی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ "خوش قسمتی" سے فرہنگ آصفیہ اور غیاث اللغات آپ کی "میز" پر موجود ہی ہیں۔ خدا اس "خوش قسمتی" سے ہمیشہ علم و ملت کو بہرہ ور اور شاد کام فرمائے!!

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

حیران ہوں کہ "مذہب و سیاست" کا لفظ کس آسانی سے آپ لوگ بول اٹھتے ہیں! وَ تَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ:

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی — اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی!

(۲۲ اکتوبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۷، ۱۹۳)

(۱)

مکتوبِ سُلیمانی

مولانا دریابادی کے نام

"..... مولانا عمادی[۱] ایک خط میں لکھتے ہیں کہ الہلال کے مسئلہ حظ وکرب سے لوگ بدحظ ہیں۔ میری رائے اس مسئلہ کی نسبت یہ ہے کہ جیسا کہ "لغات جدیدہ" کا مؤلف[۲] کہہ سکتا ہے کہ یقیناً قدیم اور محفوظ زبان عرب میں "حظ" بمعنی مسرت وشادمانی نہیں آیا، لیکن تطوّر وتقلّب سے زبان بھی خالی نہیں۔ جیسا کہ علم الالسنہ میں محقق ہے۔ "حظ" کے اصلی معنی بہرہ اور حصّہ کے ہیں۔ اس کے بعد بمعنی قسمت مستعمل ہوا، جیسا کہ اس کے مُرادف الفاظ مثلاً "نصیب" اور "قسمت" وغیرہ مستعمل ہیں، کہ ان کے اصلی معنی درحقیقت حصّہ کے ہیں، اور آج کل عام طور سے سور الحظ اور حُسن الحظ بولتے ہیں۔

فارسی میں بھی حظ بمعنی قسمت وتقدیر آیا، اور یہیں سے مخصوصاً حسن قسمت وتقدیر میں مستعمل ہو کر خوشی ومسرت کے معنی میں آگیا، اور اس پر صائب کا وہ مصرع دال ہے، جس پر الہلال کا عمل ہے، یعنی .... حظوظ نفس کے پابند۔

---

[۱] مولانا عبداللہ عمادی جو اس زمانے میں ادارہ الہلال سے وابستہ تھے، اور خاص ان دنوں میں اپنے گھر امرتھوا ضلع جونپور گئے ہوئے تھے، لیکن پھر لوٹ کر نہیں آئے، اس خاص بحث اور مسئلہ اصطلاحات میں ان کے کیا خیالات تھے؟ ان کا مراسلہ خدابندہ کے قلمی نام سے الہلال میں چھپ گیا تھا، اس سے معلوم کیے جا سکتے ہیں [۲] لغات جدیدہ سید صاحب کی مرتبہ عربی اردو لغت ہے، سید صاحب کی رائے نہ یہاں مولانا دریابادی کی تائید میں ہے، نہ ان کے اس مضمون سے مولانا دریابادی کے خیالات کی تائید ہوتی ہے، جو انھوں نے "مغربی زبان اور علمی اصطلاحات کے عنوان سے" الہلال، ۲۰ راگست ۱۹۱۳ء میں چھاپا تھا۔

دو ہفتے ہوئے کہ عزیز دوست مسٹر ظفر حسن صاحب کا بھی ایک خط انھیں مطالب پر مشتمل آیا تھا، میں سراپا شکوہ ہوں، کہاں تک اس صحبت کو اس ذکر سے ناگوار کروں مسئلہ وضع اصطلاحات پر جو پہلا مضمون نکلا، وہ مولوی آزاد کی غیبت میں نکلا، اس لیے میرے نام سے اور خامۂ اصلاح کے ضربات شدید سے محفوظ رہ کر۔ دوسرا نمبر انھیں مطالب پر مشتمل تھا[۱] جن کو آپ نے اور مسٹر ظفر نے ابھی چھیڑا ہے۔ لیکن کیا کروں کہ دیگر مضامین کی طرح میرے نام سے معرّیٰ اور ان امور و مطالب ضروری سے معطل شائع ہوا۔ فہرست علوم کے ساتھ جو عبارت ہے درحقیقت وہ میری نہیں، لہٰذا اُس کو میری طرف نسبت نہ دیجیے۔

(۱) اصول اوّل یعنی "یات"، اور "علم" کے الحاق اور اضافہ سے میں متفق ہوں، اور یہی جواب میں نے مسٹر ظفر کو دیا تھا۔ آیندہ اس کی اصلاح کر لوں گا۔

(۲) ہم کو درحقیقت دو صفت کی نہیں، تین صفت کی ضرورت ہے، نفسی[(۱)] (یعنی متعلق بہ نفس) نفسی[(۲)] (یعنی متعلق علم النفس) اور نفسی[(۳)] (یعنی عالم علم النفس) انگریزی میں جہاں تک مجھے علم ہے اول اور دوم کے لیے ایک لفظ ہے مثلاً Nature سے Natural دونوں کے لیے بلا امتیاز، اور تیسرے کے لیے Naturilisi پس عربی میں بھی اول و دوم کے لیے بلا امتیاز ایک ہی لفظ رکھیے، امتیاز اس طرح پیدا ہوگا کہ علوم و فنون میں جب "نفسی" کا لفظ آئے گا، تو دوسرے معنی سمجھے جائیں گے۔ اور عام گفتگو اور آداب لسان و لغت میں اول، جیسا کہ خود انگریزی میں ہے۔

اور تیسرے معنی کے لیے نفسیاتی اور طبیعیاتی رکھیے، کہ عالم علم النفس یا نفسیات داں بڑا لفظ ہے، آپ کے عربی داں دوست کی تحقیق صحیح ہے۔ لیکن آج کل پیشتر

---

[۱] سید صاحب کے مضمون کی دوسری قسط ۳ ستمبر ۱۹۱۳ء کے الہلال میں نکلی تھی۔ لیکن اس کے ابتدائی نوٹ سے، جو بہ قولِ سید سلیمان ندوی مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے ہے، مولانا دریابادی کے خیال کی تائید بالکل نہیں ہوتی۔

کے لیے جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ نفسیاتی کو عالم علم النفس کے معنی میں لیتا ہوں۔ بولتے ہیں، آج کل نہیں بلکہ جب سے گھڑی مسلمانوں میں موجود ہے، یعنی دوسری صدی سے گھڑی ساز کو ساعاتی کہتے ہیں، جو ساعۃ بمعنی وقت کی جمع اور بھر منسوب ہے۔

(۲) اس تفصیل کے بعد تیسرے سوال کا جواب شاید میرے لیے ضروری نہیں، لیکن پھر بھی امتثالاً للامر، میں عالم نفسیات کو نفسیات داں سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ دوسرا لاحقہ بتبذل اور پامال ہے، اور اُردو میں بمعنی ظرف کثیر الاستعمال، مثلاً پان دان، جامہ دان، جزودان وغیرہ .....

(۲)

خطوطِ اکبر

(۱)

از الہ آباد، ۲۶ اگست ۱۳ء

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ عنایت نامہ کا شکر گزار ہوں، اگرچہ علالت اور مصائب نے تعلقاتِ دنیا کو بار اور زندگی کو ناگوار کر دیا ہے، لیکن جب تک سانس ہے حواس کے دام سے بالکل رہائی پانا کیونکر ہو سکتا ہے۔ ایک ایسے قابل اور فاضل اور شائق تحقیق ہونہار نوجوان کی طرف جیسے کہ آپ ہیں۔ کیونکر نہ دل کھچے، مدتیں گزریں، میں نے جسمانی آرام اور تکلیف اور دلی خوشی اور رنج کا مفہوم پیش نظر رکھ کر یہ خیال کیا تھا کہ آرام اور رنج کا ساتھ ہو سکتا ہے، اور تکلیف اور خوشی کا ساتھ ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی نازک خیالی نہ تھی۔ لیکن اس بنیاد پر ایک سلسلۂ مضمون چل نکلا تھا پورا نہ ہوا، اور میں اور کاموں میں اُلجھ گیا۔ اس ضمن میں پین و پلیزر اور چند دیگر الفاظ کے متعلق کچھ نوٹ لیے تھے۔ ہلال میں یہ بحث دیکھ کر میں نے بغیر زیادہ غور کے ایک خط ایڈیٹر صاحب کو لکھ دیا۔

جس کو انھوں نے چھاپ دیا ہے۔ جہاں کانکریٹ آیڈیاز نہیں ہیں، وہاں ایک زبان کے ایک لفظ کے مقابلہ میں دوسری زبان میں کوئی لفظ پانا جو بہ لحاظ تمام شیڈس آف مینِنگ کے بالکل مطابق ہو، بہت مشکل ہے۔ اس کے وجوہ آپ پر ظاہر ہیں۔ مجھ کو خیال آتا ہے کہ ہملٹن نے جو بلحاظ صفائی بیان کے بہت ممتاز سنا جاتا ہے (اب تو وہ داخلِ دفتر ہوگیا ہے) افسوس ظاہر کیا ہے کہ انگریزی میں یونانی الفاظ فلسفہ کا پورا مفہوم ادا کرنے کو الفاظ نہیں ملتے۔ جب یہ صورت ہے تو غیر ذمہ دار[له] لوگوں کے مشورے پر عمل کرنے میں آپ کا تامل حق بجانب ہے۔ بعد غور کے میں اپنے خط کو واپس لیتا ہوں۔ آپ نے کوئی شعر نہیں کہا کہ میں کہہ سکوں کہ فلاں لفظ کے عوض میں فلاں لفظ ہو، تو زیادہ معنی خیز ہو۔ آپ اصطلاحاتِ علمی کی بنیاد قائم کرتے ہیں۔ اگر ہماری زبان یا مشرقی لٹریچر میں انھوں نے رواج پالیا (جس کی بہت کم امید ہے) تو ان کی پابندی خواہ مخواہ لازم آئے گی۔ بلحاظ ڈفینیشن (تعریفات) کے ذہن مفہوم قائم کرنے میں خطا نہ کرے گا۔ منشی امیر احمد صاحب مرحوم مینائی نے ایک دفعہ مجھ سے بذریعہ تحریر سوال کیا تھا (۱۸۸۸ئہ میں) کہ محاورے اور اصطلاح میں کیا فرق ہے۔ میں نے عرض کیا کہ محاورے نے جس طرح ترکیب پائی ہے، اسی ترکیب کی پابندی بولنے میں ضروری ہے۔ لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ خواہ مخواہ اس محاورے کا استعمال کیا جائے۔ یہ جائز ہے کہ اس

[له] اکبر الہ آبادی مرحوم نہایت محتاط شخص تھے۔ کسی بحث میں پڑنا ان کے مزاج کے خلاف تھا۔ جو شخص اتنا محتاط ہو، اس کا ایک سنجیدہ خط میں مولانا آزاد کو "غیر ذمہ دار لوگ" لکھنا، اس کی ثقاہت اور شرافت سے بعید تھا، مجھے شبہ ہے کہ اس مقام پر خط کے متن میں تبدیلی ہوئی ہے۔

اسی خط کے اگلے صفحے پر انھوں نے لکھا ہے: "آپ جو الفاظ (بعد غور) مقرر فرمائیں گے، ہم طالبانِ علم پر اس کی پابندی لازم ہوگی"۔ اکبر مرحوم کا انکسار اور جذبہ بہت افزائی مکتوب الیہ اپنی جگہ، لیکن یہ خیال سراسر غیر علمی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ جملہ مرحوم نے مکتوب الیہ کی تالیفِ قلب کی خاطر لکھ دیا ہوگا۔ (بعد غور) کی شرط مکتوب الیہ نے تکلفاً خود ہی بڑھا دی ہے۔ اور پھر بحث کے جوش میں غور کرنے کی بھی انھیں فرصت نہ مل سکی۔

مفہوم کو اور الفاظ میں ادا کریں ۔ لیکن اصطلاح کی پابندی ضرور ہے جو اس علم یا فن میں بحث کرے ۔ وہ اپنے مفہوم کو اسی اصطلاح میں ادا کرے۔ (یہ میں نے مختصر لکھ دیا ہے ۔ مثالیں ترک کی ہیں) منشی صاحب مرحوم نے بہت پسند کیا اور منظور فرمایا ۔ بس آپ جو الفاظ (بعد غور) مقرر فرمائیں گے ۔ ہم طالبانِ علم پر اس کی پابندی لازم ہوگی ۔ پس یہ خیال ضروری ہے کہ حتی الامکان ثقالت وطوالت سے احتراز کیا جائے، اور تعریفات واضح طور پر لکھ دی جائیں، راحت والم، لذت والم، راحت واذیت، لذت واذیت، حظ و کرب وغیرہ میں سے جو چاہے لے لیجیے ۔" میں آپ کے شعر سن کر بہت محظوظ ہوا ۔" اُن سے ملنے میں کچھ حظ نہ آیا ۔" "حظ نفسانی سے احتراز کرنا چاہیے ۔" اردو فارسی میں بلاشبہ یہ الفاظ پلیشر کے مفہوم میں مستعمل ہیں ۔ کرب تو عربی میں بھی تکلیف مصیبت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے ۔ قرآن پاک میں میں پڑھتا ہوں :۔ ولقد مننا علیٰ موسیٰ وھارون، ونجیناھما وقومھما من الکرب العظیم۔ البتہ کرب شاید بین کا بڑھا ہوا درجہ ہے ۔ لیکن جیسا میں عرض کر چکا ۔ تعریفات لکھ کر جو اصطلاح مقرر کر دیجیے گا ۔ اس کی پابندی ہو جائے گی، کم از کم معنوں میں اختلاف نہ ہوگا، اور یوں تو ہر شخص کا دل ہے اس کی حالت ہے ۔ اس کی زبان ہے ۔ کوئی عاشق آہ کرنے میں حضرت قیس کے سروں کا پابند نہیں ۔ بہر کیف آپ کے سامنے نہایت مشکل اور عظیم الشان کام ہے ۔ اور اس وقت اور اسی جماعت میں آپ کے مذاق اور آپ کے معلومات نے آپ کو اس کا اہل کیا ہے ۔ ہم لوگوں کو حق نہیں ہے کہ بغیر شرکت اور ذمہ داری کے آپ کو ٹوکیں، ہاں مشورت مطلوب ہو تو حاضر رہنا چاہیے[1] ۔

---

[1] مولانا دریا بادی کے مضمون کی اشاعت کا مقصد ہی یہ تھا کہ طرزِ تحریر اور اسلوبِ بیان کے متعلق ارباب علم مشورہ دے سکیں ۔ بالفرض یہ مقصود نہ ہوتا تب بھی کسی شخص کو ایک مطبوعہ چیز میں کسی لفظ کے استعمال، اس کے ترجمے یا کسی اصطلاح یا طرزِ تحریر کے بارے میں اظہار خیال سے کیوں کر روکا جا سکتا تھا ۔ ایسا نہ تھا کہ مولانا آزاد نے بغیر اذن وطلب کے دخل در معقولات کیا ہو ۔ حضرت اکبر نے جو یہ فرمایا :" ہم لوگوں کو حق نہیں ..... حاضر

یہ تو خیر کچھ الفاظ کا مرتب اور یک جا کرنا ہے۔ اللہ آپ کا علم اور آپ کی عمر زیادہ کرے۔ امید تو یہ رکھنی چاہیے کہ عالم معانی میں آپ کے ذریعہ سے طبعِ انسانی کو فائدہ ہوگا، اور بالآخر آپ کسی بڑے اور مفید نتیجے پر پہنچ کر اس کو اپنی صفائی بیان سے روشن کریں گے۔ میں تو آپ سے ملنے کا بہت مشتاق رہتا ہوں۔ بہت سے امور ہیں۔ جن پر آپ کی توجہ رجوع کروں، اور اپنی تسکین کے لیے آپ سے اظہار خیال چاہوں کیا کہوں عجب مصائب میں ہوں، اور کوئی ہم نفس و ہم درد و ہم خیال پاس نہیں۔ بسا اوقات لکھنا مشکل ہوتا ہے۔ معلوم نہیں یہ مطول نیاز نامہ آپ کو کیوں کر لکھ سکا۔ پھر بھی جس ارادے سے قلم اٹھایا تھا پورا نہ ہوسکا۔ ممکن ہے کہ بعد ماہِ صیام دو چار دن کو لکھنؤ آؤں۔ ہنگامہ اور تکلفات کی جگہ سے دل اجتناب کرتا ہے، آپ اگر کبھی الٰہ آباد تشریف لائیں تو جب تک میں یہاں ہوں بوریا اور نانِ جویں حاضر ہے، میاں حفیظ صاحب کہاں ہیں؟ پاس تو وہ ہو ہی گئے ہوں گے۔ معلوم ہو تو اطلاع دیجیے، خدا کرے آپ کو کالج کورس سے جلد نجات ملے۔ مغربی فلاسفروں کو (بعض مباحث ہیں) آپ نے ماشاء اللہ خوب اسٹیڈی کیا، شاید ہی آپ کا کوئی مقابل ہو۔ آپ کو اتنی فرصت ملے کہ آپ کا باطنی فلاسوفر اوراق لیل و نہار کو دیکھ کر ہمارے سامنے ایک اور اوریجنل تصنیف یا کم سے کم مغربی فلسفے یا عام فلسفے کا تعارف کرا سکے۔

رہنا چاہیے"۔ از راہِ انکسار و تواضع تھا۔ انھوں نے مضمون پڑھنے کی زحمت نہیں فرمائی تھی۔ اسی خط میں آگے انھوں نے اعتراف کیا ہے: "میں نے الہلال کے آرٹیکل نہیں دیکھے تھے، صرف اسی پر نظر پڑی تھی کہ حظ و کرب اور لذت و الم میں کس کو ترجیح ہے"۔

مولانا آزاد نے مضمون کی دوسری قسط کے آخر میں نوٹ لکھا تھا: "مگر مجھے اس میں شک ہے کہ لوگ اس طرح کے مضامین کو غور سے پڑھنے اور رائے دینے کی زحمت گوارا کریں گے"۔ بات بھی درست تھی۔ عام طور لوگوں کی توجہ مولانا دریابادی مستعجلانہ مراسلے سے ہوئی کہ کسی مضمون کا حادثۂ اشاعت پیش آیا ہے اور ابوالکلام کسی لفظ کے صحتِ ترجمہ اور اس کے محلِ استعمال سے اختلاف کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔

لے ڈاکٹر حفیظ سید کی طرف اشارہ ہے۔ اس وقت غالباً بی، اے کرنے کے بعد ٹیچرز ٹریننگ کالج میں تعلیم پا رہے تھے۔ مولانا دریابادی کے رفیق و ہم سبق تھے۔ ۱۹۶۳ء میں وفات پائی۔

(۲)

الٰہ آباد۔ یکم ستمبر ۱۹۱۳ء

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ! میں نے ابھی الہلال کو لکھ بھیجا ہے کہ میں اس تحریر کو واپس لیتا ہوں آپ کو بھی اجازت دیتا ہوں کہ ان الفاظ کی بحث میں (جس غرض سے وہ پیش ہے) مجھ کو اپنے خلاف نہ سمجھیے۔ آپ کی کل تحریر سے مجھ کو اتفاق ہے۔ بجز اس کے کہ ہیپینس کا ترجمہ لذت میں ابھی نہیں سمجھا۔ لیکن تھوڑی سی گفتگو کے بعد سمجھ لینے کو تیار ہوں گا [۱] الفاظ کو ہمارے مفہومات کا تابع ہونا چاہیے۔ مدت سے مجھ کو یہ آئیڈیا تھا۔ لیکن "کالکٹو سیکالوجی" کا لفظ آپ سے سنا اور بہت خوش ہوا، اور آیندہ کے لیے آپ سے بہت امیدیں ہوگئیں۔

آپ فلاسفر ہیں۔ شعر کی قدر زیادہ نہ ہوگی۔ لیکن واقعات موجودہ کے لحاظ سے شاید ان اشعار کو ناپسند نہ کیجیے۔

بھائی صاحب تو اِدھر فکرِ مساوات میں ہیں
شیخ صاحب کو سنا ہے کہ حوالات میں ہیں [۲]
قوم کے حق میں تو اُلجھن کے سوا کچھ بھی نہیں
صرف آنر کے مزے ان کی ملاقات میں ہیں

---

[۱] اختلاف کا کیا عمدہ اسلوب ہے! اور مولانا دریابادی نے کس صفائی کے ساتھ اس شریفانہ اظہارِ خیال اور منشائے تحریر کو ملیامیٹ کر دیا ہے۔ اس پر فٹ نوٹ میں فرماتے ہیں:

"یہ لفظ صاف پڑھا نہ جا سکا۔ اندازے سے لکھ دیا گیا ہے۔"

[۲] "بھائی صاحب" سے مراد یقیناً مشیر حسین قدوائی ہیں جن کا ذوقِ سیاست حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے پس پردہ کارفرما تھا اور جنھوں نے مسجد کانپور کے تصفیے کا بیڑہ غرق کیا تھا۔ "شیخ صاحب" سے مراد جیسا کہ مولانا دریابادی نے لکھ دیا ہے کہ مولانا آزاد سبحانی ہیں۔

سر بہ سجدہ ہے کوئی اور کوئی تیغ بکف

بس ہمیں اس رزولیوشن کی خرافات میں ہیں

افسوس ہے کہ مجھ کو حوادث نے بہت ہی دل شکستہ اور بے تعلق کر دیا۔ ورنہ آپ کا ایک اچھا اسسٹنٹ ہوتا۔ یہ بھی سمجھتا ہوں ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند

میں لکھنؤ آؤں گا تو ضرور آپ کو اطلاع دوں گا۔ خدا آپ کو مدارج عالی عطا کرے، اور راحت القلوب بنا دے، اگر مولوی کرامت حسین صاحب[1] سے ملاقات ہو تو میرا سلام فرما دیجیے گا، یاد آتا ہے کہ مولوی شبلی صاحب نے ایک زمانے میں بہت سے علوم و فنون کے مصطلحات انگریزی و عربی و اردو جمع کیے تھے۔ مصطلحات کمسٹری کا ترجمہ میں نے اپنے ایک عزیز سے جو بہت ذہین اور ذی علم ڈاکٹر ہیں۔ لکھوا کر بھیج دیا تھا۔

دعاگوے شما اکبر حسین

(۳)

الہ آباد۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۱۳ء

عزیزی و حبیبی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ محبت اور قدر افزائی کا سراپا شکر گزار ہوں۔ علیل تھا پھر مہمانوں کا سلسلہ رہا۔ کل ڈاکٹر اقبال صاحب جو مجھ سے ملنے کے لیے تشریف لائے تھے، دہلی گئے۔ اس سبب سے جوابِ خط اب تک نہ لکھ سکا تھا۔ میں تو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جو اصطلاحیں مقرر کر دیجیے طالب علم کو مان لینا چاہیے۔ آپ کے پاس ہوتا تو اظہارِ رائے میں آسانی ہوتی، بہر حال آج بالکل مختصر جواب عرض کر دوں گا جو نبوت کا قصد ہے، اگر اچھا رہا تو وہاں سے لکھنؤ آؤں گا۔ انشاء اللہ۔ اگرچہ آپ ماشاء اللہ خود لائق و فائق ہیں۔ لیکن امید ہے کہ مکالمت زبانی سے وسعتِ خیال پیدا ہو۔ آپ

---

[1] سید کرامت حسین کنتوری بیرسٹرایٹ لا الہ آباد ہائی کورٹ کے جج ہو گئے تھے، اور اب پنشن کے بعد لکھنؤ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ہربرٹ اسپنسر کے فلسفہ کے گویا حافظ تھے۔ اردو انگریزی عربی تینوں زبانوں میں صاحبِ تصنیف تھے، مولانا شبلی کے خطوط ۳۲، ۳۳ میں ان کا ذکر آ چکا ہے (دریابادی)

سے ملنے کا آرزومند بھی ہوں۔

آپ کا دعاگو:
اکبر حسین

(۴)

الہ آباد۔ ۴ ستمبر ۱۳ء

حبیبی و مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ! آپ جب یہاں مجھ سے ملے تھے، اس کے بعد میں شدید مصائب میں مبتلا ہو گیا۔ میرا لڑکا سید ہاشم جو نہایت ذہین، ہونہار، توانا، بالا بلند، موزوں طبع، عاقل، خدا پرست، شعر فہم، میرا خادم، مشیر و مطیع تھا اور جس نے چودھویں سال میں قدم رکھا تھا۔ یکایک سرسام میں مبتلا ہو کر مجھ سے ہمیشہ کو جدا ہو گیا۔ بی بی پہلے مر چکی تھیں۔ وہی لڑکا دنیاوی زندگی کا سہارا تھا۔ مذہب اور فلسفۂ تصوف نے دیوانگی سے محفوظ رکھا۔ لیکن بے حد افسردہ اور دنیا سے بے تعلق ہو گیا ہوں۔ ہوش و حواس سے مجبوری ہے۔ میں نے الہلال کے آرٹیکل نہیں دیکھے تھے۔ صرف اسی پر نظر پڑی تھی کہ حظ و کرب و لذت و الم میں کس کو ترجیح ہے۔ پچھلے دنوں لفظ بہت مانوس تھے۔ میں نے الہلال کو دو سطریں لکھ بھیجیں۔ اس کے بعد میں نے آرٹیکل پڑھے آپ کی مشکلات کا خیال آیا، لہذا میں نے دست برداری کی ؎

نہ گفتہ ندارد کسے با تو کار　　ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

"دانم چرا بگویم" کی تو افراط ہے۔ لیکن مددادر کام کی بات بہت کم ہے۔ آپ نے اپنے پہلے خط میں بہت صحیح خیالات ظاہر کیے تھے کہ اس کام کے اہل ہندوستان ہی میں نہیں ہیں۔ بے شک کیوں ہونے لگے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ابوالفضل کیوں نہیں پیدا ہوتے۔ میں کہتا ہوں کہ اکبر پیدا ہوں تو وہ بھی پیدا ہوں۔ یہ میرا خیال ضرور ہے کہ ترجمہ کرنے والے کو اس زبان میں جس میں ترجمہ کیا جائے، زیادہ تجربہ چاہیے۔ کیونکہ بہ نسبت سمجھنے کے سمجھانا مشکل ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ماشاء اللہ آپ زبانِ عربی کے قواعد سے بیگانہ نہیں ہیں۔ لہذا آپ پر ہر طرح اطمینان ہے۔ مجھ کو بہت شبہ ہے کہ آیا یہ الفاظ جن کو ہم آپ جمع کرتے ہیں، کبھی وہ زندگی پائیں گے جو مغربی

فلسفیانہ الفاظ کو حاصل ہے۔ لیکن بہرکیف کوشش کرنی چاہیے۔ سید سلیمان سے مجھ سے شاید ملاقات ہوئی ہو۔ یاد نہیں اگرچہ ان کی تحریر میں جیسا کہ آپ نے خود نوٹ کیا ہے Irrelevent باتیں بہت ہیں (اور بغیر ان کے وہ کام ہی نہیں چل سکتا) لیکن کچھ اچھے Suggestions بھی۔ اگر وہ آپ کے مشیر اور خادم ہیں تو بہت آسانی ہو سکتی ہے۔ وہ وہیں موجود ہیں اور بلا تکلف بحثیں ہو سکتی ہیں۔ میں تو اولاً خود بے بضاعت، دوسرے بے حد معذور ہو رہا ہوں۔ چار دن سے اعضا شکنی ہے، داہنے کان میں درد ہے۔ دیکھیے کب سفر کے قابل ہوں، ارادہ تو یہ ہے کہ جونپور جاؤں، وہاں دو ایک دن رہ کر لکھنؤ آؤں۔ میرا دل تو اب دنیاوی زندگی کے نتائج سے متعلق ہے۔ منطقی شاید کہتے ہیں کہ بلا مدد الفاظ خیال نہیں ہو سکتا۔ لیکن مجھ کو تو غم بلا امداد الفاظ ہوتا ہے، اور پھر شاعر کی زبان کا کیا ٹھکانا۔ میں آپ کو مذاق شعر سے کس طرح بے بہرہ سمجھوں۔ غالب کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت دلآویز ہے[1] در حقیقت جو شعر میں نے آپ کو لکھے تھے۔ وہ شعر نہ تھے۔ پولیٹکل ہنگامے کے متعلق ایک رائے کا اظہار تھا۔ آج مشکل سے لکھنے کو بیٹھ سکا۔ کچھ نوٹ کر دیے ہیں[2]۔ عضویات مجھ کو بھی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یائے نسبت لگائیے تو الف اور تے کو حذف کر دینا ہی اولیٰ نظر آتا ہے۔ طبیعیات سے طبعی[3] متنازعہ لفظ تو حظ ہے اور شاید کرب بھی۔ اس کے متعلق کچھ نوٹ لکھ دیے ہیں، طبیعت نہایت مضمحل ہے۔ کتابیں بند پڑی ہیں اور بے ترتیب ہیں۔ کچھ مدد نہ لے سکا۔ درد سر سے پریشان ہوں۔ میں آپ کے مشاغل اور عادات اور حالات

---

[1] انڈین پریس الٰہ آباد نے ایک مصور ماہنامہ ادیب کے نام سے نکالا تھا، میرا ایک مضمون اس میں غالب کے فلسفہ پر نکلا تھا۔ [2] میں نے اردو مصطلحات نفسیات کی ایک فہرست رائے و مشورہ کے لیے چار یا پانچ دوسرے صاحبوں کے علاوہ حضرت اکبرؔ کی خدمت میں بھی بھیجی تھی۔ اکبرؔ نے اسی فہرست کو اپنی ترمیم کے ساتھ واپس کیا۔

[3] میں نے فزیالوجی کے لیے "عضویات" اور فزیالوجیکل کے لیے "عضویاتی" تجویز کیا تھا، اس وقت تک اردو میں فزیالوجی کے لیے "علم وظائف الاعضاء مستعمل تھا۔" (دریابادی)

سے آگاہ نہیں ہوں۔ لہٰذا اس کے لکھنے کی جرأت نہ کر سکا کہ دو چار دن کو یہیں تشریف لائیے۔ خدا آپ کو ترقیات ظاہری و باطنی عطا کرے، اور آپ اس مصرعہ کے مصداق ہوں ؏

ستارۂ بدرخشید و ماہ مجلس شد

افسوس ہے کہ اسباب انتشار قومی بہت جمع ہیں، اور کوئی شخص اتنا فارغ البال نہیں نظر آتا کہ پوری آزادی سے طلب علم میں زندگی صرف کرے۔ اچھی سوسائٹی بھی ہم کو میسر نہیں۔ آپ سے انشاء اللہ ملاقات ہو گی تو بہت باتیں ہو سکیں گی۔

آپ کا نیاز مند اور دعاگو: سید اکبر حسین

ہاں جناب الہلال صاحب نے میرا خط نہیں چھاپا۔ لکھا کہ میرے دوسرے آرٹیکل کے منتظر رہیے۔ آپ کی فلسفہ دانی کا اعتراف کرتے ہیں۔ میں نے ان کو بھی مشورہ دیا کہ جب جملہ امور متعلقہ پر لحاظ کرنا منظور و ممکن نہیں تو اعتراض سے اعراض اولیٰ ہے۔ بہر کیف یہ خفیف بات ہے۔ ہوتا ہی رہتا ہے۔ اپنے بھائی صاحب سے میرا سلام فرما دیجیے۔ تیسرے خانے میں جہاں میں نے آپ کے دو لفظوں میں سے ایک لفظ سرخ روشنائی سے لکھ دیا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مجھ کو وہی لفظ مرجح معلوم ہوتا ہے۔

ہاں ایک ضروری خیال ظاہر کرنے سے رہ گیا۔ غالباً علماے مصر نے ان علوم میں مغربی فلسفہ سے باخبر ہو کر تصنیفات کی ہیں۔ اگر ایسا ہو تو کیوں نہ اُن سے بشرط امکان موافقت کی جائے لے کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ آپ ان جملہ الفاظ کو پبلک کے سامنے بغرض کری ٹی

لے یہاں اکبر مرحوم نے ٹھیک ٹھیک وہی بات فرمائی جو مولانا آزاد کہہ چکے تھے کہ عربی میں موجود ذخیرۂ الفاظ سے استفادہ کیا جائے۔

لے حضرت اکبر کے مزاج میں نرمی اور طبیعت میں کمزوری پہلے سے تھی۔ امراض نے اور زیادہ مضمحل اور نقاہت نے بے دم کر دیا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ایک لفظ کے نہایت غلط ترجمے پر بھی مخاطب کو ٹوک نہ سکے۔ مولانا دریا بادی کے پیہم خطوط اور سوالات سے چھٹکارے کی کیا صورت ہو سکتی تھی اور ان کے کسی اصرار و کد کے رد کی ہمت کیوں کر پیدا ہو سکتی تھی حضرت مرحوم کے افکار میں ان کی طبیعت کی اس کمزوری اور مزاج کی نرمی کا لحاظ کرنا چاہیے۔

سزم پیش کر دیں، اور بعد کسی بحث کے جو پیش ہو فیصلہ ہو۔ یہ خط روانگی سے رہ گیا تھا۔ کان کے درد میں مبتلا ہوں۔

(۵)

الہ آباد۔ ۷ استمبر ۱۹۱۳ء

عزیزی مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ میں یہ لکھنا بھول گیا کہ آپ نے خط میں جو مضمون متعلق الفاظ سابقہ ولاحقہ وغیرہ کے لکھا ہے وہ نہایت صحیح ہے۔ آپ نہ صرف مرادف المعانی الفاظ ڈھونڈھتے ہیں۔ بلکہ ایک عمدہ سسٹم الفاظ کا اُردو میں قائم کیا چاہتے ہیں، اور اسی بات نے آپ کے کام کو بہت مشکل کر دیا ہے۔ (Happiness MISDAY) کا ترجمہ دُکھ سکھ بہت اچھا ہے۔ لیکن یہ الفاظ اس انجمن میں بے وقعت ہیں اتفاقاً مولوی حمیدالدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں خوش ہوا کہ آپ نے ان کے پاس بھی فہرست بھیج دی تھی۔ پبلک کے سامنے پیش کرنے سے میرا یہی مطلب تھا کہ ایسے بزرگوں کے سامنے پیش ہو۔ وہ فرماتے تھے کہ Prestige کا ترجمہ دھاک صحیح ہے میں نے کچھ کہا نہیں لیکن یہ خیال آیا کہ شاید رعب میں یہی مطلب پورا ہو جاتا ہے۔ میں نے تو اُردو میں مفہوم کے اعتبار سے سطوت کو پاکیزہ لفظ سمجھا تھا۔ البتہ خود تاثری کی ترکیب صحیح نہ معلوم ہوئی۔ بائے

پرسٹیج" کا ترجمہ "رعب" بھی اتنا ہی غیر متعلق ہے جس قدر کہ "دھاک" غلط ہے، لیکن مرحوم اس کا صاف انکار نہیں کرتے انھیں یقین ہے کہ مخاطب کی بحث علمی نہیں، کج بحثی کی مثال اور کسی حد تک شائستگی کے حدود سے متجاوز بھی ہے، لیکن وہ اس بات کو کتنا گھما پھرا کر، کتنی دیر میں اور کتنے دنوں کے بعد کہتے ہیں۔ البتہ کتنے عمدہ اسلوب میں:

"خدا کرے آپ جلد الفاظ کے پھندے سے رہائی پائیں۔ آپ کے ذہن کو عالم معانی کے بالاتر درجوں میں مصروف ہونا چاہیے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ بغیر الفاظ کے کام نہیں چلتا۔"

اکبر مرحوم کا مسلک خود انھی کے قول کے مطابق:

اپنی وہی صلاح ہے جو یار کی صلاح

لیکن یہ معاشرتی اور سماجی اخلاق کا فلسفہ تو ہو سکتا ہے اور شاید خوب ہی ہو، علمی اندازِ فکر ہرگز نہیں۔

توصیفی اسم صفت میں بڑھاتے ہیں۔ خود متاثری البتہ ہوسکتا ہے۔ بعد استعمال غیر مانوس نہ رہے گا، میں سخت تکلیف میں ہوں۔ اس وقت کان پر پلٹس باندھی گئی ہے، نجات ملے تو قصدِ سفر کروں۔

اکبر حسین

(۶)

الٰہ آباد۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء

عزیزم مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ایک بات ذہن میں تھی لکھنا بھول گیا۔ اسی فہرستِ الفاظ کے متعلق جو آپ نے پہلے بھیجی تھی اور جو اس وقت میرے سامنے نہیں ہے Abstract Idias کا ترجمہ لوگوں نے خیالات منتزعہ کر رکھا ہے انتزاع سے، جس کے معنی کھینچنے اور نکالنے کے ہیں، آپ نے شاید اور کوئی لفظ رکھا ہے۔ وہ بھی ٹھیک ہو گا۔ ورنہ شاید میں نظر کرتا۔ لیکن آپ نے نہ خیال کیا ہو تو اب خیال کر لیجیے۔ اگر لفظ موزوں موجود ہو تو عدول کی کیا ضرورت۔ پرسٹیج کے لیے ایک لفظ وقار رات میرے ذہن میں آیا۔ لیکن صرف اردو بول چال میں یہ لفظ اس آئیڈیا کے قریب ہے تمھارا وقار رات جاتا رہا۔ تمھارا بڑا وقار ہے۔ بشرطِ صحت کامل جونپور جانے کا ارادہ ہے۔ حظ کا ٹھیک اپوزٹ ترےم مجھ کو سوائے حرمان کے کوئی نہیں ملتا۔ دعا گوے شما:

اکبر حسین

لیکن حرمان میں پین کا آئیڈیا صریحی نہیں ہے۔ اردو میں مایوسی کے معنوں میں شعرا کی زبان پر ہے۔ یاس و حرمان غالباً کہہ سکتے ہیں۔ محظوظ ہوئے۔ میں محروم رہا، لذت و الم میں کچھ حرج نہیں۔ لیکن واضع مصطلحات کو اختیار ہے۔ آپ کے دوست الہلال کا زرِ ضمانت ضبط ہو گیا ہے۔

مغرب کی برق ٹوٹ پڑی اس غریب پر ۔۔۔ دورِ فلک ہلال کو لایا صلیب پر[۳]

۱؎ مقابل لفظ۔ ۲؎ Pain Idia ۳؎ الہلال کی ضمانت اس زمانے میں گورنمنٹ نے ضبط کر لی اور پرچہ کو کچھ روز کے لیے بند ہونا پڑا۔ اکبر صنعتوں کے بھی بادشاہ تھے۔ مغرب اور غریب کی۔ اور مغرب اور ہلال کی اور برق ہلال اور فلک کی مناسبتیں بالکل ظاہر ہیں۔ (دریابادی)

(۷)

جونپور - ۱۶ ستمبر ۱۹۱۳ء

حبیبی و عزیزی سلمہ اللہ تعالیٰ - میں کل جونپور پہنچا - دن بھر دردِ سر میں مبتلا رہا - صحت کی خرابی نے مجھ کو بے کار کر دیا ہے - میں سمجھتا ہوں کہ لفظ وقار "پرسٹیج" کے لیے نہایت اچھا بلکہ ٹھیک اسی سینس[۱] میں ہے - جس میں انگریز پرسٹیج کا لفظ یہاں استعمال کرتے ہیں - دھاک اور رعب اسٹرانگ[۲] ٹرمس ہیں - وقعت بہت ڈھیلا لفظ ہے وقار، سطوت کی طرح سجل، سڈول اور آپ کی پسند کے لائق ہے - اور روزمرہ میں داخل ہے - اس کے لغوی معنی میں بھی (وزن - دباؤ - گراں ہونا) پرسٹیج کے لغوی معنی کا آئیڈیا تاویلاً موجود ہے - لیکن میں زور نہیں دیتا - ع

اپنی وہی صلاح ہے جو یار کی صلاح

آپ نے محاورۂ اردو سے استدلال کر کے لفظ حظ و محظوظ کو میری نظر میں پلیژر سے ایسا موافق و قریب کر دکھایا ہے کہ میں لذت کی سفارش اسی بنا پر کر سکتا ہوں کہ وہ بھی کام دیتا ہے، اور شاید پاپلر[۳] ہے - امید کہ بشرطِ صحت دو تین دن بعد لکھنؤ حاضر ہوں - آپ سے ملنے کی بھی مسرت بلکہ عزت حاصل کروں -

اکبر حسین

(۸)

عنایت فرمائے من سلمہ اللہ تعالیٰ! آپ مس[۴] ماڈ سے آگاہ ہوں گے برہنہ ہو کر ایسا ناچتی ہیں کہ شائقین سائنس کو وجد آجاتا ہے[۵] - ہندوستان آرہی ہیں - لوگوں نے روکنا

---

[۱] Sence یعنی مفہوم - [۲] یعنی تیز الفاظ -

[۳] Popular یعنی مانوس - عام - [۴] Maude Allen اس وقت انگلستان کی مشہور رقاصہ تھیں - [۵] Tango Dance کے نام سے اس کا ایک خاص رقص ایسا ہوتا تھا کہ انتہائی تیز گردش کے وقت لباس کے سارے تار ہوا میں اڑنے لگتے تھے اور جسم دو چار سیکنڈ کے لیے بالکل برہنہ ہو جاتا تھا -

چاہا۔ پائنیر لکھتا ہے کہ اگر آج اس ناچ کی اجازت ملی تو

The prestige of the White Women in India will be some whate injured.

اب ذرا دیکھیے "پرسٹیج" یہاں کس سینس میں استعمال ہوتا ہے۔ دھاک کا لفظ موزوں نہیں ہے۔ شاید سطوت بھی بے موقع ہو۔ البتہ وقعت کا لفظ ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ وقعت میں بھی دھاک کا آئیڈیا موجود ہے۔ اطلاعًا لکھا گیا۔ امید کہ آپ اچھے ہوں۔ میں ہنوز زیر علاج ہوں۔ خدا کرے آپ جلد الفاظ کے پھندے سے رہائی پائیں۔ آپ کے ذہن کو عالم معانی کے بالاتر درجوں میں مصروف ہونا چاہیے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ بغیر الفاظ کے کام نہیں چلتا۔

دعا گوے شما:

اکبر حسین

(۹)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ! آپ کی محبت اور عنایت اور مہربانی اور سعادت اور نیک دلی ہے کہ آپ نے مجھ کو قابل مشورت سمجھا ہے۔ اگر کچھ جانتا بھی تھا تو اب سب بھول گیا۔ اردو زبان پر بھی عبور نہیں ہے۔ البتہ مذاق شاعری کے سبب سے لفظوں کی ترتیب سے وسیع معانی پیدا کر لینے کا کچھ سلیقہ تھا وہ بھی اب حیرت اور غم کی کثرت سے مفقود ہوتا جاتا ہے۔ میں نے الہلال کی گواہی اسی سبب سے واپس لی تھی کہ ایک لفظ پر کسی ایک پہلو کے لحاظ سے ٹوک دینا آسان ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی نظر میں مفہوماتِ فلسفہ ہیں۔ آپ سسٹم چاہتے ہیں۔ سمٹری چاہتے ہیں۔ نہایت بلند اور مشکل کام ہے۔ اعتراض بے جا ہے بجز اس کے کہ آپ ہی کی طرح آپ کے ساتھ اس کام میں دن رات غرق رہے۔ بہرکیف جن امور کی نسبت آپ نے مشورہ کیا ہے۔ کچھ نوٹ اس نیاز نامہ کی پشت پر مندرج ہیں۔ خدا کرے، آپ کو کچھ مدد ملے۔ گر زندگی باقی ہے تو جلد آپ سے ملنے کی مسرت حاصل کروں گا۔ انشاء بشرطِ صحت

ا سٹری Symmetry

کل یا پرسوں جونپور اور دو تین دن بعد لکھنؤ کا قصد ہے۔ میں قیصر باغ میں راجہ[ل] صاحب کے یہاں ٹھہرا کرتا تھا۔ لیکن تکلفات کا متحمل نہیں ہوں اور خیالات بہت کچھ بدل گئے ہیں بلکہ کم ہو گئے ہیں۔ غالباً امین آباد پارک حاجی عبدالحق صاحب ایجنٹ گراموفون کمپنی کے مکان پر ٹھہروں۔ وہ میرے ایک قدیم بے تکلف شناسا ہیں۔ میری تسکین کو جو کچھ آپ نے لکھا ہے، اس کا شکر گزار ہوں۔ آفتاب علم آپ اب بھی ہیں۔ خدا کا فضل شامل رہا تو عمر و عروج کے ساتھ آپ کی شعاعیں زیادہ ہوتی جائیں گی۔ رسائی میں زیادہ ہوں گی۔ اب عقلوں تک پہنچتی ہیں تو آئندہ دلوں تک پہنچیں گی۔ آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے صحیح ہے۔ لیکن جہاں آپ وہاں ہم۔ ہم آپ سے زیادہ کیا خوش عقیدہ ہو سکتے ہیں۔ ہاں عمر اور تجربہ کے سبب سے E گو[ٹ] آپ کے مقابلہ میں زیادہ محسوسات کا مجموعہ ہے۔

اکبر

(۱۰)

جونپور۔ یکم اکتوبر ۱۳ء

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ میں ۲۵ ستمبر کو یہاں آیا۔ دو ایک دن کے بعد ارادہ لکھنؤ کا تھا۔ لیکن طبیعت صحیح نہ رہی۔ جرأت سفر نہ کر سکا۔ ادھر حضرت حفیظ ابدی کا خط پہنچا کہ مولوی عبدالماجد صاحب دہلی سے ۲۸ کو لکھنؤ آئیں گے۔ اور دو تین دن پھر دہلی چلے جائیں گے۔ اس سبب امید نہ رہی کہ آپ لکھنؤ میں ملیں گے، اگر اچھا رہا تو انشاء اللہ کل صبح کی ریل میں لکھنؤ کا قصد ہے۔ سر دست تو امین آباد پارک میں حاجی عبدالحق صاحب ایجنٹ گراموفون کمپنی کے مکان پر قیام کا قصد ہے پھر دیکھا جائے گا اگر زیادہ قیام ہوا۔ میں نے پرسٹیج کا ترجمہ وقار آپ کو لکھا، اور اسی پر اطمینان ظاہر کیا۔ لیکن غور کے بعد معلوم ہوا کہ جہاں تک "وہائٹ ومن" کے فقرے سے

[ل] یعنی راجہ علی محمد خان بہادر والیِ محمود آباد بعد کو مہاراجہ ہو گئے تھے اس وقت سارے قومی حلقہ میں راجہ صاحب سے مراد یہی ہوتے تھے۔ (دریابادی)

[ٹ] فلسفہ کی اصطلاح "نفس" یا "انا" کے معنی ہیں۔

تعلق ہے، وقار نہایت ٹھیک ہے۔ لیکن انگلش ریس کا پرسٹیج انڈیا میں وقار کے سینس میں بہت صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ ہم کبھی کہتے ہیں کہ فلاں مولوی صاحب کا حکام میں بہت وقار ہے، اس سے رعب و سطوت کا مفہوم نہیں نکلتا۔ لہٰذا آپ کی سطوت قائم رہتی ہے، رعب ہو یا سطوت رعب میں (Intensity) زیادہ ہے۔ سطوت کے معنی حملے کے ہیں۔ لیکن رعب کا مفہوم بھی ہماری زبان میں تو ہے۔ خدا کرے آپ اچھے ہوں اگر میں لکھنؤ پہنچا اور آپ نہ ملے تو حسب ضرورت الٰہ آباد ہی خط بھیجیے گا۔

اکبر حسین

(۱۱)

الٰہ آباد۔ ۱۱ر اکتوبر ۱۳ء

عزیزی و حبیبی سلمہ اللہ تعالیٰ! میں ۱۰ر اکتوبر کو بخیریت الٰہ آباد پہنچ گیا لیکن طبیعت کو سکون و اطمینان نہیں ہے۔ نہیں معلوم اس وقت کیا پہلو اختیار کرنا چاہیے کہ قوم و گورنمنٹ دونوں کی بدگمانی سے حفاظت[لے] ہو۔ خدا ملک پر رحم کرے۔ میں آپ صاحبوں کی مہمان نوازی و محبت و عنایت کا نہایت ممنون ہوا۔ خدا نیک نامی کے ساتھ مدارجِ عالی کو پہنچائے۔ آپ کن علوم کے فرہنگ یک جا کر رہے ہیں اور ہر علم میں کس مصنف یا مصنفین کی تصنیفات کو پیش نظر رکھا ہے، اگر جواب میں طوالت ہو تو جانے دیجیے۔ کچھ بات نہیں ہے۔ عزیزی مولوی عبدالمجید صاحب کی خدمت میں دعا و سلام۔

اکبر حسین

لے ٹرکی کے خلیفۃ المسلمین کے خلاف جنگ طرابلس اور جنگ بلقان جاری ہونے پر ہندی مسلمانوں میں محمد علی، ابوالکلام اور ظفر علی خاں کی قیادت نے برٹش گورنمنٹ کے خلاف پہلی بار سخت شورش پیدا کر دی، اس سے گورنمنٹ سخت گیری پر تلی گئی تھی۔ (دریابادی)

(۱۲)

۱۵ اکتوبر ۱۳ء

عزیزم سلمہٗ۔ میں نے آپ کو حصہ دوم کلیات کا بھیج دیا۔ پہنچا یا نہیں؟ آپ نے اس کا ذکر نہیں لکھا۔ اپنے بھائی صاحب سے میرا سلام فرما دیجیے۔

دعاگو اکبر حسین

(۱۳)

الہ آباد۔ ۲۱ اکتوبر ۱۳ء

عزیز المکرم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ۲ ستمبر کے پرچہ الہلال میں جو فہرست "اسمائے علوم" کے نام کی شائع ہوئی ہے[1]۔ کاش ہر ایک علم کے ساتھ اس علم کے دو ایک مسئلہ بھی لکھ دیے جاتے تو یہ فہرست بہت مفید ہو جاتی۔ کیوں نہ صاحب مضمون سے درخواست کی جائے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ الہلال نے موعودہ مضمون[2] شائع کیا ہے؟ اپنے بھائی صاحب کی خدمت میں میرا سلام فرما دیجیے۔

آپ صاحبوں کا دعاگو و ترقی خواہ

اکبر حسین

---

[1] سید سلیمان ندوی کے مضمون "عربی زبان اور علمی اصطلاحات" کی دوسری قسط "اسمائے علوم" جس کے آغاز میں نوٹ کے بارے میں سید صاحب نے اپنے خط میں شکوہ کیا ہے۔

[2] اس مسئلے پر مولانا آزاد نے جس مضمون کے لکھنے کا وعدہ کیا تھا، اسی کی طرف اشارہ ہے۔ یہ وہی مضمون ہے جو ۱۷ ستمبر اور یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء کی دو اشاعتوں میں چھپا ہے۔ مولوی ابوالمکارم   کے قلم سے بھی ایک مضمون سید سلیمان ندوی کے مضمون (مطبوعہ الہلال بابت ۲ ستمبر ۱۳ء) پر بطور استدراک "۱۵ اکتوبر ۱۳ء کے الہلال میں چھپا ہے۔

(۳)

اردو ادب اور ابوالکلام آزاد

ماہر القادری

وہ (مولانا آزاد) الفاظ کا کبھی غلط استعمال نہیں کرتے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی مصنف "فلسفۂ جذبات" نے "Pain" اور "Pleasure" کا ترجمہ "حظ و کرب" کیا تھا۔ مولانا ابوالکلام نے حظ و کرب کی جگہ لذت و الم الفاظ پیش کیے۔ مولانا عبدالماجد صاحب نے اپنے الفاظ پر اصرار کیا۔ اس پر علامہ ابوالکلام نے الہلال میں جو مضامین ارقام فرمائے ہیں، ان سے آپ کی معلومات اور عمیق نظری کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابوالکلام کے وجدان کی انگلیاں الفاظ کی نبض پر ہمیشہ رہتی ہیں۔

(ہمایوں۔ لاہور۔ نومبر ۱۹۲۴ء)

(۴)

مذاکرۂ علمیہ

عربی زبان اور علمی اصطلاحات

(مولانا السید سلیمان الندوی)

سید سلیمان ندوی کے اس مضمون کا ذکر سید صاحب کے مکتوب بنام مولانا عبدالماجد دریا بادی میں آیا ہے۔ نیز مولانا دریا بادی نے اپنے ایک مضمون میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے جن اہل علم اور اصحاب ذوق وفن سے استفادہ کیا ہے، ان میں سید صاحب بھی شامل ہیں۔ یہاں سید صاحب کے افکار کا مطالعہ اس لحاظ سے دلچسپی کا باعث ہوگا کہ اس مضمون سے مولانا دریا بادی کی کسی بات کی تائید نہیں بلکہ الہلال یا مولانا آزادؒ کے موقف کا اثبات ہوتا ہے۔ سید صاحب نے اس مضمون کے بارے میں صراحت کر دی ہے کہ وہ مولوی آزاد کی غیبت میں نکلا، اس لیے میرے نام سے اور خامۂ اصلاح کے ضربات شدیدہ سے محفوظ رہ کر" نکلا تھا۔ علمی اصطلاحات کے مسئلے میں یوں بھی یہ ایک قابل مطالعہ مضمون ہے۔ سید صاحب کے مذکورہ بالا خط سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مولانا ابوالکلام کے لیے" مولوی آزاد" اور اپنے لیے" مولانا السید" کے الفاظ بھی ان کے اپنے ہی قلم سے ہیں۔

تیس چالیس برس سے ہندوستان میں جدید اصطلاحات علمیہ کے وضع وتالیف کا مسئلہ درپیش ہے۔ انگریزی اصطلاحات جو زیادہ تر لاطینی، یونانی، اور جرمن سے ماخوذ ہیں، ان کی شکل وصورت اور وضع وہیأت ہندوستانی زبانوں سے اسی قدر متباین ہے، جس قدر ایک انگریز ایک ہندوستانی سے۔

ہندوستان میں، ہندو، اور مسلمان دو قومیں ہیں، دونوں کے پاس علوم وفنون واصطلاحات کا قدیم ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن بیسویں صدی کے بازار کے لیے جن سکوں کی ضرورت ہے، وہ ان کے کیسے میں نہیں، احباب[1] کہتے ہیں۔ چونکہ ان کے کیسوں میں یہ سکے نہیں اس لیے ان کے قدیم طرز کے دارالضرب میں یہ سکے نہیں ڈھل سکتے، ہندو دوستوں نے تو اس کی تکذیب اس طرح کر دی کہ جدید اصطلاحات کی ایک ڈکشنری ترتیب دے کر یہ بتادیا کہ سنسکرت کے قدیم آلات ضرب بیکار نہیں، لیکن کیا مسلمان بھی اس کی تکذیب کر سکتے ہیں؟ ایک جماعت کہتی ہے کہ نہیں[2]

کیا عجیب واقعہ ہے کہ عربی زبان جو اسلام سے ۷۰، ۸۰ برس بعد تک ایک بالکل جاہل اور مفلس زبان تھی، جس میں سامان تمدن کے لیے الفاظ نہ تھے، جس کے پاس کوئی علم وفن نہ تھا، جس کے پاس اصطلاحات کا وجود تک نہ تھا، جس میں فلسفہ وریاضی کے دقیق مسائل کی برداشت کی قوت نہ تھی، چند مترجمین عرب وغیر عرب کی کوششوں نے وہ وسعت پیدا کر دی کہ سیکڑوں علوم وفنون اس کے ایک گوشہ میں سما گئے، منطق، فلسفہ، ریاضی اور طب کی ہزاروں اصطلاحات جن کا عربی میں تخیل بھی نہ تھا، دفعۃً اسی عربی زبان میں اس طرح پیدا ہو گئے کہ حقیقۃً گویا وہ اسی کے لیے بنے تھے۔ اس بنا پر سوال یہ ہے کہ وہ زبان جس کے پاس کچھ نہ تھا، اور سب کچھ ہو گیا، اب جب اس کے پاس بہت کچھ ہے کچھ اور کیوں نہیں ہو سکتا؟[3]

---

[1] اشارہ مولانا عبدالماجد دریابادی کی طرف ہے۔ [2] یہاں بھی اشارہ مولانا عبدالماجد دریابادی ہی کی طرف ہے۔ مولانا آزاد کا جواب اس باب میں اثبات میں ہے۔ [3] یہاں بھی حضرت سید سلیمان ندوی سے متفق نہیں، بلکہ ان کے خیال کی تکذیب کی ہے۔

اس وقت عربی زبان کے ذخیرہ اصطلاحات کی فراوانی کا اندازہ اس سے ہوگا، کہ دو ضخیم جلدوں میں، جن کے صفحات کی تعداد تقریباً چار پانچ ہزار ہوگی، احمد تھانوی نے "کشاف اصطلاحات الفنون" کے نام سے عربی زبان کی اصطلاحات علمیہ کو جمع کیا ہے، اس کے علاوہ خوارزمی اور جرجانی وغیرہ کے مختصر رسائل اسی موضوع پر ہیں۔

ایک دوسری حیثیت سے عربی زبان کی وسعت اصطلاحات پر نظر ڈالو، قرأت، تفسیر، حدیث، اصول فقہ، فقہ، تصوف، کلام، صرف، نحو، معانی و بیان، بدیع، عروض و قافیہ، منطق، طبیعات، الہیات، ھیأت، اقلیدس، فنون ریاضیات مختصرہ، مثلاً علم الاکر، علم المرایا، علم مثلثات، اسطرلاب وغیرہ، حساب، ہندسہ، کیمیا، جغرافیہ، طب مع فروع کثیرہ، ان کے علاوہ اور بہت سے علوم وفنون عربی زبان میں موجود ہیں، ہر علم وفن اپنے ساتھ سیکڑوں ہزاروں اصطلاحات رکھتا ہے، اور یہ تمام اصطلاحات اس زبان کے خزانے کی مملوکات ہیں جو آج غریب کہی جاتی ہے!!

ایک اور بات بھی پیشِ نظر رکھنی چاہیے۔ عربی زبان میں علوم عقلیہ کا کثیر حصہ غیر زبانوں سے منقول ہو کر آیا، جن میں زیادہ تر یونانی، سریانی، قبطی، فارسی، سنسکرت زبانیں ہیں، چاہیے تھا کہ ان زبانوں کے الفاظ مصطلحہ عربی زبان میں بھر جائیں، لیکن طب کے سوا ہم کہیں ان کا نام و نشان بھی نہیں پاتے، علم ھیأت عربی زبان میں سنسکرت سے آیا، لیکن ہزاروں اصطلاحاتِ فلکیہ میں سے سنسکرت کی صرف دو اصطلاحیں عربی زبان میں آئی ہیں؛ "اوج" اور "جیب"۔ پہلے کی اصل "اُوچ" اور دوسرے کی "جیرا"، فلسفہ بفروعہا یونانی سے آیا، لیکن علوم وفنون فلسفیہ کی تقریباً پانچ چھ ہزار اصطلاحاتِ علمیہ میں غیر عربی اصطلاحات جو یونانی ہیں حسب ذیل ہیں:

	اصطلاح	اصل یونانی	تشریح
(۱)	ایثر	ایتھر	ایتھر
(۲)	اسطرلاب	اسطرولیبان	اصطرلاب
(۳)	اسطقس	اسٹائی کی اس	عنصر

(۴)	اقلیدس	اوکلیدرس	اقلیدس
(۵)	اقلیم	کلیما	اقلیم (جغرافیہ)
(۶)	اکسیر	کسیردان	اکسیر (کیمیا)
(۷)	انبیق	انبیکس	قرع وانبیق (آلۂ کیمیا)
(۸)	جغرافیا	جیوگریفیا	علم جغرافیہ
(۹)	شعریٰ	سورئس	ستارہ شعریٰ (فلک)
(۱۰)	سفسطہ	سافسٹیز	فلسفۂ مغالطہ
(۱۱)	سفین	سفن	فانہ (جرثقیل)
(۱۲)	فلسفہ	فیلاسفیا	فلسفہ
(۱۳)	فیلسوف	فیلاسفس	فلاسفر
(۱۴)	فنطاسیا	فنٹیا	حس مشترک
(۱۵)	جنس	جینس	جنس
(۱۶)	کیمیا	کمیا	کیمسٹری
(۱۷)	کورہ	کورا	پرگنہ (جغرافیہ)
(۱۸)	مجسطی	میگسٹی	نام کتاب (ہیئت)
(۱۹)	منجل	موکلوس	آلۂ جرثقیل
(۲۰)	منجنیق	میگنیکن	علم آلات
(۲۱)	ھیولیٰ	ھولا	مادہ

طب، جس میں اصطلاحات سے زیادہ اسمائے امراض وادویہ کی حاجت تھی، تمام علوم عربیہ میں سب سے زیادہ غیر عربی الفاظ کی محتاج تھی، اسی لیے ہم طب کے اندر گو اصطلاحات میں کم لیکن امراض وادویہ کے ناموں میں کسی قدر زیادہ غیر عربی الفاظ پاتے ہیں، لیکن پھر بھی ازروے قیاس ایسی زبان میں، جس میں طب کا وجود تک نہ تھا، اتنے الفاظ آئے بھی تو بہت کم آئے، ان الفاظ کی تفصیل چونکہ یہاں موجب تطویل ہے اس

لیے ہم صرف بیان اعداد پر اکتفا کرتے ہیں :

نام زبان	اسمائے امراض	اسمائے ادویہ	اصطلاحاتِ طبیہ
سنسکرت	-	۱۲	-
سریانی	۵	۳	۴
یونانی	۱۰	۶۶	۸
فارسی	۲	۴۳	-

کیا یہ قابلِ حیرت امر نہیں ؟ کہ سیکڑوں بیماریوں کے ناموں میں عربی زبان کو صرف سترہ اٹھارہ، اور ہزاروں دواؤں کے ناموں میں صرف ۱۲۴ غیر عربی الفاظ کی احتیاج ہوئی؟ کیا اس سے عربی زبان کی وضع اصطلاحاتِ علمیہ میں غیر معمولی وسعت نہیں ظاہر ہوتی ؟

خود عربی زبان سے جب یورپ کی زبانوں میں علوم وفنون کے ترجمے ہوئے تو سیکڑوں عربی اصطلاحات اور نام یورپ کی زبانوں میں پھیل گئے[1] عہدے، تجارت ، اور جہاز رانی کے متعلق جو الفاظ ہیں ان سے قطع نظر کرکے حسب ذیل اصطلاحاتِ علمیہ جو اس وقت مستحضر ہیں، پیش کی جاتی ہیں :

۱ــــ ھیأت

آخر النہر	ACCARNAR	برج حمل کا ایک ستارہ
اصطرلاب	ASTROLABE	ایک آلۂ ھیأت
الدبران	ALDEBRAUN	برج ثور کا ایک ستارہ
راس الغول	ALGHOL	ایک ستارہ
الرجل	ROGOL	ایک ستارہ
السمت	AZIMUTH	ایک نقطۂ فلکی
العضادہ	ALIDADE	ایک جزءِ آلۂ اسطرلاب
العنکبوت	ALANKABUTH	″ ″ ″
المناخ	ALMANAC	تقویم، جنتری

[1] یہ بات صریح طور پر مولانا دریابادی کے خلاف جاتی ہے۔

النسر الطائر	ALTHAIR	ایک ستارہ
النسر الواقع	WEGA	ایک ستارہ

۲ ـــــ کیمیا

الاکسیر	ELIXIR	اکسیر
الانبیق	ALAMBEC	ایک آلہ معروف، بہ قرع انبیق
بورق	BORAX	ایک نمک کیمیاوی
القلی	ALCALI	"
الکحول	ALCOHOL	الکحل
الکیمیا	ALCHEMY	کیمسٹری

۳ ـــــ حساب

الجبر والمقابلہ	ALGEBRE	جبر و مقابلہ
الخوارزمی	ALGORISM	حساب کی ایک قسم، منسوب بہ خوارزمی
الصفر	CHIFFRE	صفر

۴ ـــــ طب

جلاب	JULEPS	جلاب
شراب	SERUP	شربت
شربہ	SERBET	شربت
عرق	ARRACK	عرق

ان مثالوں سے یہ ظاہر ہوگا کہ عربی زبان جس طرح اور زبانوں سے اصطلاحات قرض لے سکتی ہے، اسی طرح اوروں کو قرض دے بھی سکتی ہے۔

اسلام کی گذشتہ تاریخ ہمیشہ مستقبل کے لیے چراغ راہ رہی ہے۔ ہم کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ گذشتہ دور وضع اصطلاحات میں کیوں کر یہ مشکل طے ہو سکی؟ اور کیوں کر عربی

زبان اس قدر خوبصورت، مختصر اور مناسب اصطلاحات پیدا کر سکی؟

(۱) مترجمین، خواہ وہ عرب ہوں یا غیر عرب، ایسے متعین کیے جاتے تھے، جو زبان مترجم عنہ کے علاوہ خود عربی زبان سے کامل واقفیت رکھتے تھے۔ یعقوب کندی خود عرب تھا، ابن مقفع گو فارسی تھا مگر اتنا بڑا بلند پایہ ادیب تھا کہ اس کی عربی تصنیفات آج تک عربی علم ادب کا گراں بہا سرمایہ شمار کی جاتی ہیں۔ سالم جو بنو اُمیہ کے دربار کا ایک مترجم تھا، نہایت بلیغ و فصیح اللسان تھا۔ بلاذری جو تیسری صدی کے اواخر میں فارسی کا مترجم تھا، اس کی عربی تصنیفات ادب کا بہترین نمونہ ہیں۔ حنین جو مترجمین بغداد کا سرخیل تھا ایک طرف تو اسکندریہ میں ہومر کے کلام پر سر دھنتا تھا، اور دوسری طرف بصرہ آکر خلیل بصری سے سیبویہ کے پہلو بہ پہلو عربیت کے نکتے حل کرتا تھا، قسطا بن لوقا ایک دوسرا مترجم ایک طرف تو یونانی النسل تھا، دوسری طرف بچپن سے شام کا پرورش یافتہ تھا جس کی وجہ سے عربی زبان اس کی زبان ثانی ہوگئی تھی۔

(۲) یوحنا بن بطریق، ابن ناعمہ حمصی، اور اسحاق وغیرہ جو عربی زبان سے کامل واقفیت نہیں رکھتے تھے، ان کے اکثر تراجم کی کندی، ثابت بن قرۃ، حنین، اور فارابی وغیرہ تصحیح کرتے تھے، اور اس طرح کٹ چھٹ کر، حک و اصلاح کے بعد، ایک مناسب ترجمہ رواج پاتا تھا۔ چنانچہ مجسطی کا، جو علمِ ھیأت کی مشہور کتاب ہے، عربی زبان میں تین چار بار ترجمہ ہوا، اور ترجمہ کی اصلاح ہوئی۔

(۳) بعض مترجم ایسے ہوتے تھے جو صرف لفظی ترجمہ کر دیتے تھے، اور دوسرے اہلِ زبان اس کی عبارات و مصطلحات کی تہذیب و انتخاب کرتے تھے۔

(۴) غیر زبان کی اصطلاحات کے مقابلے میں اگر عربی میں عمدہ لفظ ہاتھ نہ آیا، تو خواہ مخواہ اس کی تلاش و جستجو میں وقت ضائع نہیں کیا گیا، بلکہ اس وقت بعینہٖ وہی لفظ عربی میں رکھ دیا گیا، بعد کو اگر وہی لفظ صیقل پاکر خوبصورت و متناسب ہوگیا تو باقی رہ گیا، ورنہ متروک ہوگیا، اور دوسرا لفظ اس کی جگہ پر پیدا ہوگیا۔ "جنس" کے لیے عربی میں کوئی لفظ نہ تھا۔ یہی لفظ عربی میں رکھ دیا گیا، اور پھر یہ اس طرح عربی میں کھپ گیا

کہ چوتھی صدی میں یہ یونانی لفظ ایک خاص عربی لفظ بن گیا تھا۔ تجانس و مجانسہ اس کے مشتقات جاری ہو گئے، اور خود متنبی کو کہنا پڑا :

من این جانس ھذا الشادن العربا ؟

آج کتنے اشخاص ہیں جو یہ بھی نہ جانتے ہوں گے کہ "جنس" عربی کا لفظ نہیں۔ "میٹر" کے لیے جس کو فارسی میں "مایہ" کہتے ہیں، عربی میں کوئی لفظ نہ تھا، اس کے لیے یونانی لفظ ھیولیٰ رکھ دیا گیا، جو آج تک مستعمل ہے، "ایساغوجی"، "قاطیغوریاس" اور "انالوطیقا" وغیرہ بعض الفاظ اسی طرح رکھ دیے گئے تھے، لیکن، ان کی جگہ "کلیات خمس"، "مقولات عشر" اور "برہان" نے لے کر ان کو بالکل بھلا دیا۔

بعض علوم و فنون کے نام جن کے مقابل عربی نام اس وقت نہ مل سکے، بعینہٖ عربی میں منتقل کر لیے گئے، لیکن تھوڑے ہی دنوں میں ان کے لیے پھر عربی نام پیدا ہو گئے، اور اب پہلے یونانی ناموں کو کوئی جانتا بھی نہیں، مثلاً :

اثرلوجیا	THEOLOGY	الٰہیات
ارثماطیقا	ARITHMETIC	حساب
ریطوریقا	RHTORICS	خطابت
بوطیقا	POETIC	شعر
اسطرانومیا	ASTRONOMY	ھیأت

لیکن حسبِ ذیل نام :

سوفسطیقا	SOPHISM	مغالطہ
موسیقا	MUSIC	علم الاصوات والنغم
کیمیا	CHEMISTRY	علم التحلیل والتعقید
جغرافیا	GEOGRAPHY	علم تقویم البلدان

بصورت سفسطہ، موسیقی، کیمیا، اور جغرافیہ، جو عربی ناموں سے مختصر اور چھوٹے ہیں، اب تک مستعمل ہیں۔

امور سابقۃ الذکر سے حسب ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں :

(۱) مترجم ایسے ہونے چاہییں جو علوم قدیمہ و جدیدہ دونوں سے باخبر ہوں، اور انگریزی دانی کے ساتھ عربی زبان سے بھی واقف ہوں۔

(۲) اگر ایسے مترجم سردست قوم میں موجود نہ ہوں تو دو ایسے اشخاص کو مل کر کام کرنا چاہیے جن میں سے ایک علوم جدیدہ کا اور دوسرا السنہ و علوم قدیمہ کا ماہر ہو۔

(۳) اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ترجمہ کے بعد اصطلاحات کی موزونی، طریقۂ ادائیگی، تسہیل، اور دوسری ضرورتوں کے لیے ایک مجلس یا چند اشخاص معتبر کی نظر سے ترجمہ کو گزرنا چاہیے۔

افسوس ہوا جب میں نے دیکھا کہ میو کالج اجمیر کے ایک مسلمان پروفیسر نے پولٹیکل اکانومی پر ایک رسالہ لکھا، زبان اس قدر ناقص، اصطلاحات اس قدر ناموزوں، اور طریقۂ ادا اس قدر ژولیدہ تھا کہ رسالہ عالم علمی میں بالکل روشناس نہ ہو سکا۔ قابل غور ہے کہ اس وقت جب ہندوستان میں انگریزی زبان عام نہ تھی، اور علوم جدیدہ سے لوگوں کو توحش تھا، یعنے ابتدائے عہد انگریزی میں علامہ تفضّل حسین خاں لکھنوی مصنف رسائل ریاضیاتِ جدیدہ، غلام حسین خان جونپوری صاحب جامع بہادر خانی، مولوی کرامت علی جونپوری (کلکتہ) مولوی محمد حسین لکھنوی لندنی، شمس الامراء بہادر حیدر آباد صاحب سنہ شمسیہ وغیرہ نے علوم جدیدہ پر جو کتابیں لکھی تھیں اور جو اصطلاحات قرار دیے، گو علوم و مسائل اب بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں، پھر بھی وہ اب تک ہمارے جدید مترجمین کے لیے نمونہ ہیں۔

(۴) اگر بعض عربی و فارسی اصطلاحیں بہم نہ پہنچ سکیں تو خود اصل اصطلاحوں کو اردو میں لکھ دینا چاہیے۔ آیندہ عربی کی طرح یا تو ان اصطلاحات کا قائم مقام پیدا ہو جائے گا یا تراش کر وہی لفظ ایک خوش نما اور مناسب شکل اختیار کرے گا، آخر اردو میں آکسیجن، نیٹروجن، کیمسٹری، ایوولیوشن، اکانمی، وغیرہ بہت سی علمی اصطلاحیں رائج ہو گئی ہیں اور لوگ اُن کو اب بے تکلف سمجھتے ہیں، نطرون (یعنی نیٹروجن) کا لفظ ہم نے آٹھویں صدی ہجری کے

لٹریچر (آثار البلاد قزوینی میں) دیکھا ہے، کوئی ضرورت نہیں کہ کوشش کی جائے کہ نیٹروجن کی بجائے جواب پھیل چکا ہے، نطرون استعمال کیا جائے، جو عربی میں مستعمل ہے۔

مسئلۂ وضعِ اصطلاحات میں سب سے پہلے علوم کا نمبر آتا ہے، ہمارے دوست مسٹر عبدالماجد چاہتے ہیں جیسا کہ عندالمکالمہ ظاہر ہوا، کہ علوم کے لیے ایسے نام وضع کیے جائیں جن سے صفات اور فاعل بہ آسانی و باختصار بن سکیں، جس طرح .. یوروپین زبانوں میں بنتے ہیں، نیز شکل فاعلی و وصفی میں امتیاز ممکن ہو، مثلاً کیمسٹری ایک علم کا نام ہے، ماہرِ فنِ کیمسٹری کو کیمسٹ (CHEMIST) کہیں گے، اور کیمسٹری کی کسی چیز کو کیمیکل (CHEMICAL)، یہ نہایت آسان طریقۂ ادا ہے، اردو میں بصورتِ صیغۂ واحد کیمیائی کہہ سکتے ہیں، لیکن صورت فاعلی و وصفی میں کوئی امتیاز نہیں، اکثر علوم کے نام میں اس سے زیادہ یہ مشکل پیش آتی ہے، مثلاً علم الجمال، علم النفس، علم الاخلاق، کہ یہاں کیمیائی کی ترکیب بھی جائز نہیں۔

لیکن اولاً ہم کہتے ہیں کہ یہ خصوصیات زبان ہیں، جن کی اصلاح نہیں ہوسکتی، ثانیاً اگر ہم اختصار خواہ اور سہولت طلب ہیں تو ہم کو جمالی و نفسی اور اخلاقی کہنا چاہیے، وصف اور فاعل کا فرق طریقۂ استعمال اور سیاق و سباقِ عبارت سے ظاہر ہوگا، مثلاً "ایک اخلاقی کی یہ رائے تھی"، یہاں صیغۂ فاعلی سمجھا جاتا ہے "یہ ایک اخلاقی مسئلہ ہے" یہاں وصف ہونا ظاہر ہے، خوشنمائی اور ناخوشنمائی کا سوال نہ کیا جائے کہ کثرتِ استعمال و تکرارِ سماع، خود غازۂ روے نازیبا ہے۔

علوم کے نام میں اسمائے مرکبہ سے گھبرانا نہ چاہیے، خود یونانی اور جرمن علوم کے نام عموماً مرکب ہیں اور کثرت استعمال سے واحد معلوم ہوتے ہیں، مثلاً فزیا-لوجی، جیوگرےفی، تھیا-لوجی وغیرہ۔

ہم یقین دلانا چاہتے ہیں کہ منطق، طبیعیات، الٰہیات اور ریاضیات ہیں، اور خصوصاً ریاضیات میں بہت کم الفاظ کی تلاش کی ضرورت ہوگی، غالباً جن لوگوں نے جامع بہادر خانی تالیف غلام حسین اور علم الفلک عملی تالیف کرنل فانڈیک امریکی

وغیرہ دیکھی ہے وہ اس کی تصدیق کریں گے، منطق کے فصولِ جدیدہ کے لیے بھی الفاظ موجود ہیں، طبیعیات اور الہیات کا بھی یہی حال ہے، اصل دقّت اُن علوم میں ہے جو بالکل نئے ہیں، بس کیوں نہ ابتدا انھیں علوم اوّل الذکر سے کی جائے؟

بہرحال اب کام شروع ہونا چاہیے، آیندہ نمبر میں ہم علوم کے نام سے ابتدا کرتے ہیں، ہم سے زیادہ جو احباب اس منصب کے مستحق ہیں ان کو دعوت ہے کہ اس بنیاد پر عمارت بلند کریں۔

(الہلال - ۲۷ اگست ۱۹۱۳ء ص ۱۱ - ۱۳)

(۵)

به سلسلۂ مذاکرۂ علمیہ

عربی زبان اور علمی اصطلاحات

اسمائے علوم

یہ عبارت سید صاحب کے مضمون کی دوسری قسط کی تمہید ہے، اور سید صاحب کے بہ قول "مولوی آزاد" کے قلم سے۔ سید صاحب کے بیان کے مطابق ان کے تحریر کردہ "امور و مطالب ضروری سے معطل" کاش یہ ضروری امور و مطالب بھی سامنے ہوتے۔ لیکن یقین ہے کہ سید صاحب نے جو کچھ لکھا ہوگا وہ پہلی قسط میں اپنے خیالات کے برعکس تو ہرگز نہ ہوگا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلے پر سید صاحب مرحوم کو جو کچھ کہنا تھا وہ پہلی قسط میں کہہ چکے تھے، اور آیندہ قسط میں صرف فہرست "اسمائے علوم" ہی پیش کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس لیے یقین ہے کہ یہ فہرست تمہید سے عاری ہوگی۔ مولانا آزاد نے اس پر یہ عبارت اضافہ فرمادی، جو ضروری تھی۔ لیکن یہ تمہید نہ سید صاحب کے خیالات کے برعکس ہے، نہ اس سے مولانا دریا بادی کے کسی خیال یا تحقیق کی تنقیص یا ترد ید مقصود ہے۔ سید صاحب نے اس تمہید کے بارے میں فرمایا ہے:

"دوسرا نمبر انھیں مطالب پر مشتمل تھا، جن کو آپ نے اور مسٹر ظفر نے ابھی چھیڑا ہے۔ لیکن کیا کروں کہ دیگر مضامین کی طرح میرے نام سے معریٰ اور ان امور و مطالب ضروری سے معطل شائع ہوا۔ "فہرست علوم" کے ساتھ جو عبارت ہے درحقیقت وہ میری نہیں، لِلّٰہ اس کو میری طرف نسبت نہ دیجیے۔"

ایک مدت سے ہم ارادہ کر رہے تھے کہ اصطلاحات علمیہ کے مباحث کا ایک مستقل سلسلہ شروع کیا جائے، اور بعض سخت غلط فہمیاں جو اس کی نسبت آج کل عموماً تعلیم یافتہ اصحاب میں پھیلی ہوئی ہیں، ان کو بحث و مذاکرہ سے صاف کیا جائے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے "اسمائے علوم" کا سوال سامنے آتا ہے۔

آج ہم تمام علوم و فنونِ حدیثہ کی ایک فہرست مع عربی اصطلاحات کے شائع کرتے ہیں، اور اس کے بعد دیگر مباحث مہمہ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ہم کو اعتراف ہے کہ یہ فہرست جامع اور مکمل نہیں، اور تلاش و تفحص اور مشورے کی ابھی اس میں بہت گنجائش ہے۔ محض سرسری طور پر ہم نے انگریزی میں ایک فہرست مرتب کی، اور اس کے سامنے عربی اسمائے علوم کو لکھتے گئے۔ ضرورت اس کی ہے کہ احباب اس سلسلۂ مضمون کے ہر حصے کو غور و فکر کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں، اور جو جو باتیں ذہن میں آئیں ان سے مطلع فرماتے رہیں۔ آیندہ نمبر میں اس فہرست کے متعلق بعض ضروری ملاحظات ہیں جنھیں پیش کریں گے۔

(الہلال۔ ۳ ستمبر ۱۹۱۳ء)

عربی زبان اور علمی اصطلاحات

استدراک

مولوی ابوالمکارم عبدالوہاب

میں نے نہایت دلچسپی سے ۳۔ستمبر ۱۹۱۳ء کے الہلال میں "عربی زبان اور علمی اصطلاحات" کے عنوان سے ایک مضمون پڑھا، علوم و فنون کے انگریزی و عربی نام اگر استقصاء اور تکمیل کے ساتھ یکجا مرتب کر دیے جائیں تو درحقیقت یہ ایک نہایت بیش قیمت چیز ہوگی، اور ان کے لیے نہایت مفید ہوگی جو عربی اور انگریزی دونوں زبانوں کی تصنیفات علمیہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس مفید سلسلے کی تکمیل میں حصہ لینے کے لیے میں بھی شرکت کرنا چاہتا ہوں۔ ایک ضمیمہ عربی و انگریزی اسمائے علوم کا پیش کش خدمت ہے:

علم ترکیب ابدان الحیوانات	Histology
علم الجنین والتشکیر	Embryology
فن ترکیب الادویہ	Pharmacology
فن تصویر	Photography
فن تصویر	Painting
علم ماہیۃ العظام	Osteology
علم بالاحوال الاعصاب	Neurology
علم علاج الاسنان	Odontology
علم اعضاء البشر والحیوانات و النباتات	Organology

Geomancy	علم الرمل .. ..
Geoponics	علم زراعت .. ..
Uranography	علم تعریف ہیئۃ السماء .. ..
Glyptics	فن نقش الجواہر .. ..
Glyphography	فن نقل الصور .. ..
Gnomonics	فن القواعد البسیطہ .. .
Orthography	علم وضع الخط .. ..
Ornithology	علم طبائع الطیور .. ..
Orology	علم ماہیۃ الجبال .. ..
Ophiology	علم طبائع الحیات .. .
Optholmotology	علم اصول معالجۃ العیون ..
Metronomy	علم وزن الاوقات .. ..

(الہلال)

آپ کے ذوقِ علمی اور توجہ فرمائی کا شکریہ۔ "مسئلہ وضع اصطلاحات" کے چھیڑنے سے مقصود یہی ہے کہ اس شورشِ فتنہ زا کو خاموش کیا جائے جو دنیا کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتی ہے کہ اردو میں علوم حدیثہ و فنون جدیدہ کے لیے مناسب الفاظ نہیں ملتے حقیقت یہ ہے کہ ہمارا رونا صرف اسی کا نہیں ہے کہ اردو کا دائرہ زبان و مصطلحات تنگ ہے، بلکہ رونا اس کا ہے کہ ہمارے دوستوں کا میدان علمی تنگ ہے!

کیا عجیب بات ہے کہ اردو زبان کی یتیمی و بے کسی پر اس وقت ماتم کیا جا رہا ہے حالانکہ نادان ماتم کرنے والوں کی کوتاہ نظری ماتم کی زیادہ مستحق ہے۔ وہ نہیں دیکھتے کہ زبان ام لغات اسلامیہ ہے، زندہ ہے اور اپنے بچوں کی پرورش کے لیے کافی اسباب وسامان اپنے پاس رکھتی ہے۔

لوگ معترض ہیں کہ مصطلحات اردو کے لیے عربی زبان کی مراعات استحقاق پر کیوں

زور دے رہا ہوں) ؟ یہ کیوں ضروری قرار دیا جاتا ہے کہ حتی الامکان عربی ہی کے الفاظ اردو کی ادبیات علمیہ میں استعمال کیے جائیں ؟ لیکن شاید یہ نکتہ ان کی نگاہ سے مخفی ہے کہ صرف عربی ہی نہیں بلکہ ہر علمی زبان اپنی ماتحت زبانوں کے لیے ایسے ہی حقوق کا مطالبہ رکھتی ہے۔

دنیا کی تمام موجودہ زبانیں دو قسم کی ہیں : اصلی اور فرعی :

اصلی سے مقصود وہ زبانیں ہیں، جو دوسری زبانوں کی پیدائش و خلقت کے لیے خمیر و عنصر ہیں، مثلاً عربی، سنسکرت، لاطینی، یونانی۔

فرعی اُن زبانوں سے عبارت ہے، جن کی ترکیب و خلقت صرف ایک، یا متعدد السنۂ اصلیہ سے ہوئی ہے۔

حسبِ استمرارِ عادت لغویہ جس طرح السنۂ فروعیہ اپنے عام الفاظ و کلمات میں السنۂ اصولیہ کی محتاج ہیں، اسی طرح اصطلاحاتِ علوم اور مصطلحاتِ فنون میں بھی وہ اُن کی موہبت و فیاضی کی دست نگر ہیں۔ غور کیجیے کہ تمام یورپین زبانیں باایں ہمہ کثرت و اختراعات و وسعت علوم، اپنی اصطلاحات میں لاطینی و یونانی الفاظ کی مقروض ہیں اور آج بھی کہ بیسویں صدی ہے، یورپ میں جب کوئی، علم، فن، مسئلہ، یا آلہ نیا وضع ہوتا ہے تو اس کے تسمیہ کے لیے لندن، پیرس اور برلن کی زبانوں کی جدید ڈکشنریوں کی طرف مراجعت نہیں کی جاتی، بلکہ روما کے اور ایتھنز کے بوسیدہ صفحاتِ لغت کی طرف۔

یہی حال سنسکرت اور اُس کی فرعی زبانوں کا ہے، آج بنگلہ، گجراتی، اور مرہٹی زبانوں میں وضعِ اصطلاح کی ضرورت ہوتی ہے تو سنسکرت ہی کے الفاظ ہر جگہ ان مفلس گداگروں کا کچکول سوال پر کرتے ہیں۔

اصطلاحاتِ حدیثیہ کا سوال جانے دیجیے، مسلمان آج تمام اطراف عالم میں پھیلے ہیں۔ اُن کی زبان ہر جگہ ایک نہیں ہے، لیکن مصطلحاتِ دینیہ و علمیہ اب تک ایک ہیں اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیے۔ پھر کوئی سبب نہیں کہ ۱۳ سو برس کا استحقاق آیندہ کے لیے اُس سے سلب کر لیا جائے۔

اس کے بعد چند معروضات دفعہ وار عرض کرتا ہوں :

(۱) ضرور ہے کہ وضع و تسمیۂ اصطلاحات میں عربی زبان کے ثقیل، مغلق اور نادر الاستعمال الفاظ استعمال نہ کیے جائیں کہ یہ خود عربی کے لیے بھی بار ہیں۔ پھر دوسری فروعی زبانوں کا کیا سوال!۔

(۲) الفاظ مصطلحہ حتیٰ الوسع مختصر اور چھوٹے ہوں کہ زبانوں پر بآسانی رواں ہوسکیں، بڑے بڑے فقروں والے الفاظِ مصطلحہ قرار دینا خلافِ آئینِ وضعِ اصطلاح ہے۔

(۳) اکثر حضرات وضعِ اصطلاح میں اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ دوسری زبان میں اس اصطلاح کا جس قدر مفہوم ہے وہ تمامہ اردو میں منتقل کرلیا جائے۔ اس سے دو نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ یا تو ان کو اردو کی قلتِ ثروت و تنگیِ دامانی کی شکایت ہوتی ہے کہ اس میں ادائے مفہوم کی قدرت نہیں، جیسا کہ اکثر احباب اس کے شاکی ہیں، اور یا پھر حسبِ وسعتِ مفہوم، الفاظ کثیرہ میں اپنا مفہوم ادا کرنا پڑتا ہے۔

سب سے پہلے اس پر غور کرنا چاہیے کہ "اصطلاح" کی حقیقت کیا ہے؟ اصطلاح کی تعریف صحیح یہ ہے کہ "ایک جماعت کا کسی خاص وسیع مفہوم کے بار بار ادا کرنے کے لیے ایک مختصر و مناسب لفظ فرض کرلینا، جس کے بولنے سے حسب فرض و وضع، وہ مفہوم ذہن میں آسکے"، پس اگر اس اصطلاحِ مفروض کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے الفاظ سے اپنے مفہوم کے تمام معانی و مطالب ادا کردے تو پھر وہ اصطلاح کہاں ہوئی؟ وہ تو عام گفتگو کا ایک ٹکڑا ہے۔

خود انگریزی اصطلاحات پر غور کیجیے۔ وہ جن معانی کی طرف اشارہ ہیں، ان کے الفاظ کب ان سب کو محیط و جامع ہیں؟ اس کی مثالیں آپ کو تمام اصطلاحات میں موجود ملیں گی۔ پس درحقیقت الفاظ اصطلاحات ہم کو مفہوم لغوی نہیں سمجھاتے، بلکہ محض فرض اور وضع و تسلیم عام سے عبارت ہیں۔

(۴) سب سے آخر یہ کہ جن السنۂ اصولیہ سے آپ الفاظ مستعار لے رہے ہیں، ان کے قواعد و قوانین لسانیہ کی رو سے وہ صحیح ہوں۔

ان وجوہ متذکرہ کی بنا پر آپ کی مصطلحاتِ موضوعہ کی نسبت "الہلال" کے حسبِ ذیل ملاحظات ہیں :

۱- Embryology کا ترجمہ "علم الجنین والشکیر" کیا گیا ہے۔ دفعۂ اول کی رو سے "شکیر"[1] مغلق اور نادر الاستعمال لفظ ہے لیکن اس سے چارہ بھی نہیں۔ انتظار کیجیے کہ استعمال سے عام ہو جائے۔

۲- Histology کے لیے "علم ترکیب ابدان الحیوانات" بڑا لفظ ہے "علم ترکیب الاجسام" کافی ہے۔

۳- Photography کے لیے "فن تصویر" کافی نہیں "فن تصویر کشی" چاہیے کہ عموم میں خصوص ہو جائے۔

۴- Osteology "علم ماہیۃ العظام" کی جگہ صرف "علم العظام" کافی ہے، ماہیت کی تخصیص کی ضرورت نہیں اور نہ خود اصل اصطلاح میں کوئی لفظ ایسا ہے۔

۵- Neurology "علم باحوال الاعصاب" میں "احوال" بے کار ہے کہ یہ خود سمجھا جاتا ہے۔ پس "علم الاعصاب" جیسا کہ خود انگریزی میں ہے، کافی ہے۔

۶- Odontology "علم علاج داء الاسنان" ثقیل الترکیب اور غیر ضروری الفاظ پر مشتمل ہے۔ "علم علاج الاسنان" صحیح مفہوم ادا کرتا ہے اور کافی۔

۷- Organology کے لیے "علم اعضاء البشر والحیوانات والنباتات" ایک نہایت طویل ترکیب ہے۔ "علم الاعضاء کفایت کرتا ہے اور "اعضا" میں اعضائے انسان و حیوانات والنباتات داخل ہیں۔

۸- **Uranography** "علم تعریف ہیئتہ السماء" کی جگہ "علم اشکال الفلک" زیادہ مناسب ہے، "تعریف" اصل میں موجود نہیں۔ لفظ "ہیئت" Astronomy کے مقابل مستعمل ہوتا ہے، اور "سماء" سے زیادہ (علم ہیئت) میں لفظ فلک بولا جاتا

---

[1] شاخِ نو، کونپل، نباتات کی ابتدائی خلقت جو ابھی حیزِ تکوین میں ہو۔ (منہ)

ہے۔ ہاں "اجرام سماویہ" البتہ مصطلح ہے۔

۹۔ Ophtholmotology علم اصول معالجۃ العیون" بھی بہت طویل ہے، "علم معالجۃ العیون" کہیے۔

۱۰۔ metronomy "علم وزن الاوقات" صحیح نہیں، وزن اشیاءِ ثقیلہ کا ہوتا ہے، وقت کا نہیں البتہ "تقدیر" کہہ سکتے ہیں، یعنی "علم تقدیر الاوقات" مگر عربی میں پہلے سے اس کے لیے "علم المواقیت" کا لفظ موجود ہے۔

(الہلال، ۱۵ ر اکتوبر ۱۹۱۳ء، ص ۹، ۱۰)

اسماو اصطلاحاتِ علمیہ

(فہرست)

اس سلسلۂ بحث و مذاکرہ کے مختلف مضامین و خطوط میں اسمائے علوم کی کئی فہرستیں پیش کی گئی ہیں اور متعدد اصطلاحات علمیہ استعمال ہوئی اور زیر بحث آئی ہیں، اُن کو اُسی ترتیب سے پیش کرنے کے بجائے سب کی جامع یہ فہرست تیار کر دی ہے۔

یہ تمام اصطلاحات بجز چند کے، عربی زبان میں ہیں، اور اس سوال کا جواب ہے کہ عربی زبان میں جدید علوم و فنون کی اصطلاحات ہیں کہاں؟ یہ دور اردو میں اصطلاحات علمیہ کے وضع و ترجمہ کا اولین دور تھا۔ اس دور کے تمام رہنما عربی زبان کے فاضل تھے۔ ان کے لیے ان اصطلاحات کے املا و تلفظ میں کوئی دشواری نہ تھی۔ آج ان اصطلاحات کے مقابلے میں ثقالت سے پاک، طوالت سے بری، آسان، عام فہم اور زبان و قلم کے لیے زیادہ سبک و سہل اور مختصر اصطلاحات رواج پا چکی ہیں۔ لیکن اس دور کا فاتح الہلال ہے، اور وضع و اصطلاحات کے ان اصولوں کی طرف جن کی روشنی میں یہ سفر طے ہوا ہے، سب سے پہلے رہنمائی الہلال نے فرمائی تھی۔

بعض اصطلاحات علمیہ کے ساتھ قوسین میں، موجودہ دور میں مستعمل آسان اور عام فہم اصطلاحات درج کر دی ہیں۔

A

Accession	التصلق (تقرر، تخت نشینی)
Acoustics	علم الاصوات
Action Paulienne	استرجاع
Aerology	علم الہواء
Aeronautics	علم السفر فی الہواء
Aesthetics	علم الجمال، جمالیات

Agriculture	علم الفلاحت، زراعت
Algebra	الجبر والمقابلہ
Amphibology	اشتباہ الکلام
Analytics	علم البیان
Anatomy	علم التشریح (جسمانی)
Anthography	علم الریاحین
Anthology	مختارات
Anthropogeny	علم تکوین الانسان (علم آفرینش انسان)
Anthropography	علم نوع الانسان
Anthropology	علم الانسان
Anthropotomy	علم تشریح الانسان
Antiquitics	علم الدھور السابقہ
Archaeology	علم الآثار (اثریات)
Architecture	فن تعمیر
Art	صنعت، فن
Arithemetic	علم الحساب
Astrology	علم التنجیم، علم النجوم
Astronomy	ہیئات

b

Bichtrology Bacteriology	علم الجراثیم (جراثیمات)
Bibliography	علم الوراقہ (کتابیات)
Biography	تذکرہ (علم السوانح، سوانح عمری)
Biology	علم الحیاۃ (حیاتیات)

Bithology	علم الادویہ
Book-keeping	علم تدوین الحساب، علم مسک الدفاتر
Botany	علم النباتات (نباتیات)

C

Calligraphy	علم الکتابۃ (خطاطی)
	علم الہیئت، علم الفلک (فلکیات)
Chromatics	علم الالوان
Chronology	علم تقویم التواریخ
Comparative Anatomy	علم التطبیق الاعضاء (تقابلی تشریح)
Cardiology	علم القلب
Casuistry	علم الفقہ
Chemistry	علم الکیمیا، علم التحلیل والتعقید
Chirography	علم الخط
Chirology	علم التکلم بالاشارات
Chirurgery	علم الجراحۃ
Chorography	علم آثار البلاد
Conchology	علم الاصداف
Cosmogony	علم تکوین العالم، علم بدء الخلق
Cosmography	علم ہیئۃ العالم، جغرافیہ ریاضیہ
Cosmology	علم الخلق
Craniology	علم الجمجمہ
Criticism	علم النقد، علم الانتقاد

D

Demology	علم الشیاطین والجن
Demography	
Depositaire	ودیع (امین، امانت دار)
D'ecoulement deseauxis	حقِ مثیل
Depot d'hotellerie	ودیعۂ جاریہ
Depot irregulier	ودیعہ ناقصہ
Diplomacy	علم اصطلاحات الممالک (فنِ سفارت، حکمتِ عملی)
Divinity Demonology	علم اللاہوت (علم الارواح)
Doxology	سجلۃ (کلیسا کی مناجات)
Drama	تمثیل
Dynamics	علم الحرکت (حرکیات)

E

Ecclesiology	علم بناء الکنائس (کلیسیات)
Eclectics	علم اصول التفضیل
Economics	علم الادارہ (علم تدبیر النفقۃ، معاشیات)
Economy	علم الاقتصاد (اقتصادیات)
Education	التعلیم
Embryology	علم الجنین والتشکیر
Entomology	علم حشرات الارض (حشریات)
Epistemology	علم العلم، علمیات
Erpetology	علم الہوام
Ethics	علم الاخلاق (اخلاقیات)

Ethnography	علم الاقوام
Ethnology	علم قوی الانسان
Etiology	علم الاسباب والعلل
Ethology	فلسفہ الاخلاق والعادات
Etymology	علم الصرف
Euclids	اقلیدس
Fraction	کسور (حساب)

G

Gage	حیازت
Gardening	فلاحۃ الحدائق، باغبانی
Geodesy / Geodetics	علم اقطاع الارض (علم پیمایش ارض)
Geogony	علم تکوین الارض (علم تشکیل الارض)
Geography	علم تقویم البلدان
Geology	طبقات الارض
Geomancy	علم الرمل
Geometry	تحریر اقلیدس، علم المساحۃ (علم ہندسہ)
Geonomy	جغرافیہ طبعیہ
Geoponics	علم زراعت
Geography	تقویم البلدان، جغرافیہ
Glossology	علم الشرح الکلمات (تقابلی لسانیات، اصطلاحیات)
Glyphography	فن نقش الصور (ابھری برقی چھپائی)

Glyptics	فن نقش الجواہر (کندہ کاری)
Gnomonics	فن القواعد البسیطہ (مشاہدات ارتفاع الشمس)

H

Harmonics	علم القواعد الالحان
Heliography	علم ضوء الشمس (شمسی خبر رسانی)
Hieroglyphics	علم قلم المصریین القدیم (رموزات، علم تصویری تحریرات)
Histology	علم ترکیب ابدان الحیوانات، علم ترکیب الاجسام (نسیجیات)
Homiletics	فن الوعظ
Homoeopathy	علم تطبیب المثل بالمثل (علاج بالمثل)
Horticulture	علم فلاحۃ الجنینات (فن باغبانی)
House-keeping	تدبیر البیت
Hydraulics	فن رفع الماء (علم حرکت سیالات)
Hydrodynamics	
Hydrography	علم المیاہ
Hydrology	علم نو اسیس المیاہ
Hydrometreology	علم میاہ الجو
Hydrometry	فن وزن المیاہ
Hydropathy	علم مداوۃ بالماء (علاج بالماء)
Hydrostatics	علم المائعات (علم سکون سیالات، ماسکونیات)
Hygiene	علم حفظ الصحت (علم الصحت)
Hygrometry	علم رطوبۃ الہواء
History	تاریخ

i

Ichnograph	رسم قاعدہ بناء (فن ارضی خاکہ)

Iconography	علم الرسم والتصویر
Iconology	
Ideology	علم التصدیقات
L	
Law	علم الحقوق (علم القانون)
Lexieography	علم اللغۃ
Lithography	علم الطبع بواسطۃ الحجر (علم الطبع بالاحجار سنگی طباعت)
Lithology	(علم الاحجار، حجریات، علم سنگ مثانہ)
Logarithm	علم نسبت العداد (لوگارثم)
Logic	منطق
Louage d'industrie	استصناع (صنعت کو ٹھیکے یا کرایے پر دینا)
M	
Magnetism	علم الجاذبیہ، علم المقناطیسیۃ (مقناطیست)
Martyrology	تاریخ الشہداء
Mathematics	ریاضیات (علم ریاضی)
Mechanics	علم جر ثقیل، علم الآلات (میکانیات)
Medicine	علم طب
Mensuration	علم المساحت
Meomerism	علم المقناطیسۃ فی الحیوانات
Metallurgy	علم المعدنیات (علم فلزات)
Metaphysics	علم مابعد الطبیعہ (مابعد طبیعیات)

Metaphor	فن مجاز واستعارہ
Meteorology	علم الجو
Metonymy	فن مجاز
Metoposcopy	علم العرافہ
Metronomy	علم وزن الاوقات (علم المواقیت)
Mineralogy	علم المعادن، علم التعدین (معدنیات)
Mnemonics	علم الحافظہ
Moral Philosophy	فلسفہ اخلاقیہ
Mumismatics	فن تشخیص المسکوکات
Music	فن موسیقی، علم الاصوات والنغم
Mysticism	تصوف
Mythology	اساطیر الجاہلیہ (صنمیات، دیومالا)

N

Nairgation	الملاحت
Natural History	تاریخ طبعی
Natural Philosophy	فلسفہ طبیعہ
Natural Theology	علم الکلام الطبیعی
Necromancy	السحر
Neology Rationalism	القول بالعقل بدون الوحی
Neurology	علم باحوال الاعصاب، علم الاعصاب (عصبیات)
Nursing	فن تمریض ۔ فن تیمار داری

O

Obstetric	فن القبالہ
Occupation	استیلا (قبضہ، تصرف)
Appropriation	
Odontology	علم علاج داء الاسنان، علم علاج الاسنان (اسنانیات، دانتوں کی ساخت اور نشوونما کا علم)
Oneiromancy	علم التعبیر
Onsmalology	علم وجوہِ تسمیہ
Ontology	فلسفۂ امور عامہ
Oology	علم بیض الطیور
Ophiology	علم طبائع الحیات (علم الافاعی، سانپوں کا علم)
Opthalmotology	علم اصول معالجۃ العیون، علم معالجۃ العیون (علم العیون)
Optholmotology	
Optics	علم المناظر والمرایا
Oratory	بلاغت (فن خطابت)
Organology	علم اعضاء البشر والحیوانات والنباتات، علم الاعضا (عضویات)
Ornithology	علم طبائع الطیور (علم الطیور)
Orology	علم ماہیۃ الجبال (علم الجبال)
Orthography	علم وضع الخط (علم ہجا)
Osteogeny	علم تکوین العظام (عظمیات، ہڈیوں کے نشوونما کا علم)
Osteology	فن ماہیۃ العظام، علم العظام (علم استخواں، عظمیات)
Ourology	تفسرہ (قارورہ کی بحث)
Ouroscopy	

P

Painting	فن تصویر
Palaeography	علم الخط القدیم (قدیم کتبوں اور تحریروں کو پڑھنے کا فن)
Palaeontology	فن المتحجرات (علم الرکاز، معدومیات)
Palillogy	ترجیع الکلمہ (تکرار لفظی)
Palmistry	علم الکف (فراست الید)
Pathology	فن تشخیص الامراض (علم الامراض، مرضیات)
Patrimoine	ثروت
Pedagogue	علم التعلیم والتربیۃ
Pharmacology	علم ترکیب الادویہ (اصول دوا سازی)
Philology	علم الالسنہ، علم الالفاظ (علم لسانیات)
Philosophy	فلسفہ، حکمت
Phonetics Phonology	علم الاصوات (صوتیات)
Photography	فن تصویر (فن تصویر کشی)
Photometry	علم درجات النور (نور پیمائی)
Photology	علم النور
Phraseology	عبارت (طریقۃ التعبیر، ترکیب الجمل)
Phrenology	علم فراستہ الراس
Physic	علم الطب (حکمت طبیعی)
Physical Geography	جغرافیۃ الطبیعیۃ
Physics	طبیعیات
Physiognomy	علم الفراست (علم القیافہ)
Physiography	جغرافیۂ طبیعیہ

Physiology	علم وظائف الاعضاء (منافع الاعضا، عضویات)
Phytology	علم النباتات
Pneumatics	علم الہواء
Poetic	شعر
Polemics	مباحثہ (مناظرہ، بحث)
Political-Economy	علم الاقتصاد السیاسی
Political Geography	جغرافیہ الملکیہ (جغرافیہ سیاسی)
Politics	علم السیاست (سیاست)
Pomology	فن تربیۃ النبات (فن ثمربانی)
Possession	ید (کذا) (تملک، حیازۃ، وضع الید علی الشئ)
Occupation	قبضہ، تصرف، دخل
Presc. extinctive	موجبہ و سالبہ
Acquisitive	
Prosody	فن عروض
Psychology	علم النفس (نفسیات)
Pyrotechnics	علم صناعۃ العاب البارود (فن آتش بازی)

R

Rhetorics	خطابت

S

Sarcology	علم اللحوم
Sculpture	فن النقش
Social-Economy	علم الاقتصاد المنزلی

Sociology	علم الاجتماع (عمرانیات)
Sophism	مغالطہ (دلیل باطل)
Spritesm	علم الاستحضار
Statics	علم الاثقال (علم سکونیات)
Statistics	فن وضع القوائم (فن اعداد و شمار، شماریات)
Stenography	خط الاشارات (فن مختصر نویسی)
Surgery	علم الجراحۃ، جراحی
Symbology	فن التشبیہ (فن علامت نگاری)

T

Tactics	علم تعبیۃ الجیوش، علم الحرب، فن جنگ
Tautology	تکریر الالفاظ (علم مترادفات)
Technology	علم الصنائع الید، دستکاری
Teleogy	علم الغایات
Theology	الٰہیات
Theosophy	الصوفیہ
Therapeutics	علم الطب
Theriotomy	علم تشریح الحیوانات
Topography	علم البلدان، علم تخطیط البلدان، تحدید البلدان (تخطیط مفصل لمکانِ معین، مطالعہ مقامی خصوصیات)
Toxicology	علم السموم
Tradition	الحدیث (روایت، روایات)

علم المثلثات (علم مثلث)	Trigonometry

U

علمِ تعریفِ ہیئتہ السماء	Uranography
علم تشریح الحیوانات	Zooanatomy Zootomy
علم الحیوانات	Zoology

مولانا آزاد صدی

کتابیں جو شائع ہو چکی ہیں

مولانا ابوالکلام آزاد (شخصی مطالعہ): از ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی۔ فاضل مصنف مولانا آزاد کے عقیدت مند بھی ہیں اور ان کے علوم و معارف پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں مصنف نے اس مختصر تصنیف میں مولانا آزاد کی شخصیت، سیرت، افکار اور خدمات کے بارے میں اپنا مطالعہ اور تاثرات پیش کیے ہیں نہایت اخلاص کے ساتھ، دل کی بات دل تک پہنچانے کی کامیاب سعی۔ صفحات: ۱۱۲، قیمت: ۲۰ روپے

اردو کا ادیب اعظم: مولانا ابوالکلام آزاد سے متعلق مولانا عبدالماجد دریابادی کے مضامین، تقاریر، شذرات، تبصرے اور دونوں بزرگوں کے مابین مراسلت کا یہ مجموعہ، مطالعہ آزاد کی ایک اہم کڑی ہے۔ مولانا دریابادی کے خاص اسلوب نگارش میں یہ دلآویز تذکرہ "ابوالکلامیات" میں ہمیشہ یاد رہے گا۔ صفحات: ۱۶۰، قیمت: ۲۵ روپے۔

خطوطِ ماجدی: مولانا عبدالماجد دریابادی کے علمی، ادبی، لسانی اور نجی کے حالات میں تقریباً تین سو خطوط اور مختلف مشاہیرِ علم و ادب کے بارے میں تیس پیغامات کا مجموعہ۔ مولانا دریابادی کی زندگی اور ان کے عہد کی علمی، ادبی تحریکات و شخصیات کے مطالعے کا ایک اہم ماخذ۔ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری کے قلم سے مکتوب نگار کے سوانح حیات، شخصیت، سیرت، علمی، ادبی، صحافتی اور دینی خدمات، ان کے اسلوب تحریر و نگارش کے خصائص پر سیر حاصل بحث کا جامع مقدمہ۔ صفحات: ۲۷۲
قیمت: ۵۰ روپے۔

ابوالکلام آزاد: مولانا آزاد پر چھپنے والا پہلا مجموعۂ مضامین جو پہلے ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا تھا۔ اِسے مولانا آزاد کے ایک صاحبِ ذوق معتقد عبداللہ بٹ مرحوم نے مرتب کیا تھا، ایک عرصے سے نایاب تھا۔ اب آزاد صدی ایڈیشن، مرتب مرحوم کے حالات، علمی خدمات، اور حضرت مولانا سے ان کے تعلق عقیدت و نیاز کے تذکرے اور مرحوم کے نام مولانا آزاد کے خطوط کے اضافے کے ساتھ۔ پہلے سے بہت زیادہ اہم۔ صفحات: ۱۵۲، قیمت: ۲۵ روپے

امام الہند مولانا آزاد: از مولانا امداد صابری۔ مولانا آزاد پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابوں میں مولانا کی شخصیت، سیرت و افکار اور خدمات کے تمام پہلوؤں پر حاوی تصنیف، بیانات کی صحت، تحقیق کے معیار اور مطالب و مباحث کی جامعیت کے لحاظ سے سب سے بلند درجہ کتاب اور مولانا آزاد کی ہمہ جہت شخصیت، ان کے خصائص فکر، کمالِ اخلاق و تہذیب، محاسنِ سیرت اور ان کے علمی و عملی کارناموں کے تعارف میں اپنی مثال آپ۔ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری کے قلم سے فاضل مصنف کے حالات اور علمی خدمات کے تذکرے کے علاوہ ان کے وطن آبائی کے حوالے سے "دہلی مرحوم" کی علمی، تہذیبی اور ثقافتی مرکزیت پر دلآویز مقدمہ۔ اپنے مطالب کی دل نشینی اور حسن انشا کے لحاظ سے خاصے کی چیز۔ صفحات: ۳۰۴، قیمت: ۵۵ روپے۔

ابوالکلام آزاد — ایک مطالعہ: مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت اور ان کی علمی و عملی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر پاکستان اور ہندوستان کے مشہور اہلِ علم اور اصحابِ قلم کے مطالعات اور مشاہدات کا حاصل، فضائل و کمالات کا اعتراف۔ نگارشات کا بہترین مجموعہ اور حسنِ انشاء کا حسین مرقع۔ عمدہ کتابت، آفسٹ کاغذ، رنگین سرورق، صفحات ۲۴۸، قیمت: ۵۰ روپے (مجلد)

مولانا ابوالکلام آزاد (شخصیت، سیرت اور کارنامے): مولانا سعید احمد اکبرآبادی، مولانا آزاد کے مخلصین میں سے تھے۔ انھوں نے مولانا آزاد کی علمی و دینی خدمات پر مقالہ لکھا، مولانا کے انتقال پر اور اس کے بعد متعدد بار مختلف مسائل کے حوالے سے مولانا کے افکار و سیرت پر اظہارِ خیال فرمایا، مولانا آزاد کی کتابوں اور ان سے متعلق کتابوں پر تبصرے تحریر فرمائے، اور ایک نہایت مفصل خطاب میں مولانا آزاد کی شخصیت، افکار، سیرت اور علم و عمل کے مختلف میدانوں میں ان کی خدمات کا جائزہ لیا۔ یہ تالیف انھی تمام تحریرات و افادات کا دلآویز مجموعہ ہے۔ صفحات: ۲۲۸، قیمت: ۲۵ روپے (مجلد)

چند دیگر کتابیں

البیرونی اور جغرافیہ عالم از مولانا ابوالکلام آزاد مرتبہ و مقدمہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری -/۲۰ روپے (پیپر بیک) -/۲۵ روپے (مجلد)

علامہ اقبال اور مولانا محمد علی از ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری

مولانا محمد علی اور ان کی صحافت 〃 〃 〃 -/۶۰ روپے (مجلد)

مکتوبات رئیس الاحرار (مولانا محمد علی) 〃 〃 〃 -/۴۰ روپے (مجلد)

تذکرہ نعت گو شاعرات 〃 〃 〃 -/۲۰ روپے (مجلد)

سرسید کی کہانی۔ ان کی اپنی زبانی مرتبہ ضیاء الدین لاہوری، مقدمہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری -/۱۵ روپے (مجلد)

اقبال ہز پولیٹیکل آئیڈیاز ایٹ کراس روڈ از ایس حسن احمد (انڈین پبلی کیشنز) -/۴۰ روپے (مجلد)

سراج اورنگ آبادی (شخصیت اور فن) پروفیسر سید شفقت رضوی -/۳۰ روپے (پیپر بیک) -/۲۵ روپے (مجلد)

اردو کے یورپین شعرا 〃 -/۲۰ روپے (پیپر بیک) -/۲۵ روپے (مجلد)

اقبال

ہز پولٹیکل آئیڈیاز ایٹ کراس روڈ

مؤلفہ

ایس ۔ حسن احمد

پروفیسر تھامسن کے نام علامہ اقبال کے غیر مطبوعہ خطوط مع عکس

اور

پاکستان کی اسکیم

سے علامہ اقبال کے تعلق اور انکے سیاسی خیالات پر

فاضل مؤلف کا فکر انگیز تبصرہ